قد افلح من تزکی وذکر اسم ربه فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ رسول محمد

مئی 2003ء

المرشد

ماہنامہ چکوال

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر "کربلا" کے بعد

اسرار التنزیل

اسرار التنزیل یہ ایک قرآنِ کریم کی تفسیر کا نام ہے۔ اسے ایک ایسی شخصیت نے تحریر فرمایا ہے جن کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ ہیں مولانا امیر اکرم اعوان مدظلہ العالی اور جنہیں اللہ ربّ العزت نے اپنی بے پناہ رحمتوں اور برکتوں سے نوازا ہے اور بارگاہِ نبوی ﷺ کی خاص حضوری نصیب کی ہے۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کو قرآنِ کریم کے وہ مفاہیم و مطالب نصیب کئے ہیں جو کہ آپ ہی کا خاصہ ہیں اور یہ اتنا گراں قدر خزانہ انہوں نے عوام الناس کے لئے اپنی شب و روز کی محنت کے ساتھ انتہائی سادہ اور سلیس انداز میں قلمبندی کر دیا ہے۔

اس لئے ہر اس شخص کے لئے جو چاہتا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کو اُس انداز سے سمجھے کہ جیسے اللہ کریم خود اُس سے مخاطب ہوں تو وہ اپنی پہلی فرصت میں قرآنِ کریم کی اس تفسیر کا مطالعہ شروع کرے اور پھر دیکھے کہ قرآن کریم کو سمجھنا کتنا آسان ہے جیسا کہ اللہ کریم نے خود ارشاد فرما دیا ہے کہ ہم نے سمجھنے والوں کے لئے اس (قرآن) کو آسان کر دیا ہے۔

تفسیر اردو اور انگریزی تراجم میں مندرجہ ذیل قیمتوں میں دستیاب ہے۔

اسرار التنزیل مجلہ خاص					
1-	جلد اول	250/-	6-	جلد ششم	200/-
2-	جلد دوم	200/-	7-	جلد ہفتم	150/-
3-	جلد سوم	150/-	8-	جلد ہشتم	150/-
4-	جلد چہارم	150/-	9-	جلد نہم	180/-
5-	جلد پنجم	150/-	10-	جلد دہم	200/-

اسرار التنزیل مجلہ عام					
1-	جلد اول	225/-	6-	جلد ششم	150/-
2-	جلد دوم	150/-	7-	جلد ہفتم	150/-
3-	جلد سوم	150/-	8-	جلد ہشتم	150/-
4-	جلد چہارم	200/-	9-	جلد نہم	150/-
5-	جلد پنجم	150/-	10-	جلد دہم	150/-

اسرار التنزیل (انگریزی) زیر طبع ہے۔ پانچ جلدوں میں فی جلد -/300 روپے

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

AWAISIA SOCIETY

College Road, Township Lahore- Ph: 5182727

المُرشد

ماہنامہ چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مئی 2003ء / صفر المظفر، ربیع الاول ۱۴۲۴ھ

جلد نمبر 24 ✻ شمارہ نمبر 10

مدیر ـــــــ چودھری محمد اسلم

مجلس ادارت

اعجاز احمد اعجاز ✻ سرفراز حسین

سرکولیشن مینیجر : رانا جاوید احمد

کمپوزنگ/ڈیزائننگ/لے آؤٹ

عبدالحمید، رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 25 روپے

LRL # 41

اس شمارے میں

1-	(اداریہ)	محمد اسلم	3
2-	اندازِ مسلمانی	امیر محمد اکرم اعوان	4
3-	کلامِ شیخ	سیماب اویسی	12
4-	بیعت کی حقیقت	امیر محمد اکرم اعوان	13
5-	منافقین کا انجام	امیر محمد اکرم اعوان	23
6-	پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے	امیر محمد اکرم اعوان	31
7-	نظریہ پاکستان یا نظریہ ضرورت	امیر محمد اکرم اعوان	40
8-	جہاد	آسیہ اعوان	48
9-	سفید نسل کا اخلاقی بوجھ	کرنل (ر) عبدالقادر	52
10-	من الظلمٰتِ الی النور	اللہ دتہ تمیمی	55
11-	تو ہے بدل عالم ہے شیریں زباں	عبدالرزاق اویسی	59
12-	احمد شاہ ابدالی اقبال کی نظر میں	لیفٹیننٹ (ر) غلام جیلانی خاں	60
13-	انکلچ ئل	حسام اے۔ سیّد	63

بدل اشتراک	سالانہ
پاکستان	250 روپے
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	700 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ ۔ یورپ	30 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	50 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	50 امریکن ڈالر

انتخاب جدید پریس ۔ لاہور 042-6314365

ناشر ۔ پروفیسر عبدالرزاق

رابطہ آفس = ماہنامہ المُرشد اے۔ٹی۔ایم۔بلڈنگ پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد۔فون 041-668819

Web Site : www.alikhwan.org.pk

E.Mail : info@alikhwan.org.pk

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المُرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور۔فون 042-5182727

اسرار التنزیل

تِلکَ حُدُوُ دُاللہ..............وَلَہ، عَذَاب، مُّھِین،

حدوداللہ کی اھمیت :۔ یہ اللہ کریم کے احکام ہیں اور اس کی مقرر کردہ حدود ہیں اور اللہ کریم اور اس کے رسول کی اطاعت ہی جنت کی ضمانت ہے۔ جس کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں اور جس میں داخلے کے بعد کسی کو بھی کبھی وہاں سے نکالا نہ جائے گا۔ لیکن خیال ضرور ہے کہ صرف نماز روزہ ہی اطاعت نہیں جیسے لوگ یہ تو کر لیتے ہیں مگر مال یا میراث تقسیم کرنا پڑے تو حیلے بہانے سے مال کھا لیا جاتا ہے۔ یاد رہے کہ یہ تقسیم میراث اور مختلف رشتوں کے حصے اللہ کے مقرر کردہ ہیں اور ان پر عمل ہی نجات کا رستہ ہے۔ جو ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس کے خلاف جن لوگوں نے احکام الٰہی کی پرواہ نہ کی اور اللہ کی مقرر کردہ حدود کو پامال کیا اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ نہ صرف عذاب میں مبتلا ہونگے۔ نہ صرف ہمیشہ کی آگ میں رہنا ہوگا بلکہ ذلت و رسوائی کا عذاب ہوگا۔ اور دو عالم کی رسوائی ان کا مقدر بن جائے گی اعاذنا اللہ منھا ۔ نیز یہ سب قانون وراثت انبیاء علیہم السلام پر لاگو نہیں ہوگا کہ انبیاء کی وراثت ان کی مادی جائیداد نہیں ہوتی بلکہ روحانی کمالات ہوتے ہیں اور ان کا علم ہوتا ہے۔ جیسے نبی کریمﷺ کی کوئی مادی میراث تقسیم نہیں ہوئی بلکہ آپ کی میراث آپ کا علم اور کمالات روحانی ہیں۔ جو ابداً لآ باد تک مستحقین میں تقسیم ہوتے رہیں گے اور شرطِ استحقاق روحانی تعلق ہے جسکی بنیاد ایمان اور جسکی قوت اطاعت ہے اور وہ نسبت جو آپﷺ سے منتقل ہوکر دلوں کو روشن اور سینوں کو منور کرتی ہے۔ کرامتِ ولی ہی وراثتِ پیغمبر ہوتی ہے۔ جو در اصل نبی کا معجزہ ہوتا ہے اور اس کے کامل متبع کے ہاتھ پر ظاہر ہوکر کرامت کہلاتا ہے۔ مادی وراثت لحاتی اور دار دنیا کیلئے ہوتی ہے۔ مگر روحانی وراثت ابدی اور دائمی ہوتی ہے۔ اور جس قدر کوئی روحانی اور قلبی طور پر قرب نبوت کو پاتا ہے اس قدر کمالاتِ نبوت و رسالت سے اپنے حصے کی نورانیت حاصل کرتا ہے۔ جس کی ظاہر دلیل یہ ہوتی ہے کہ اطاعت پیغمبر محبوب تر ہوتی چلی جاتی ہے اور نافرمانی کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی حال کو صوفیہ فنا فی الرسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ نعمت سینہ بسینہ منتقل ہوتی ہے اور اہل اللہ کی صحبت سے حاصل کی جاسکتی ہے اللہ کریم جسے چاہیں حظ وافر عطا فرمائیں یہ ان کی اپنی دین ہے۔

(سورۃ النساء پارہ نمبر 4۔ رکوع نمبر 2)

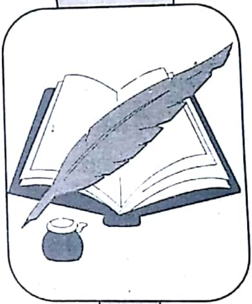

امیر محمد اکرم اعوان

اداریہ: اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

ہاں! عراق ایک مسلمان ملک ہے.........اس کی ایک غلطی شاید اس کا مسلمان ہونا ہے.........اس کی دوسری غلطی اس کے پاس تیل کے وسیع ذخائر ہونا ہے.........اس کی تیسری اور سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ امریکہ کے سامنے ڈٹ گیا.........

پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا.........امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے وحشیوں کی طرح عراق پر چڑھائی کر دی......... جدید ترین اسلحہ سے لیس طیاروں نے عراقی شہروں پر بارود کی بارش برسائی.........تباہ کن میزائلوں نے بلند و بالا عمارتوں کو ملیامیٹ کر دیا.........امریکی ٹینکوں کے گولے عراقی شہریوں کی زندگی کو موت میں تبدیل کرتے رہے.........عراقی فوج اور قوم تو 22 روز تک امریکی ظلم و بربریت کے سامنے ڈٹی رہی مگر عراق کے اردگرد بسنے والے مسلمان ممالک یہ تماشا دیکھتے رہے.........امریکہ کی مخالفت کرنا تو درکنار، وہ الٹا اس کی حمایت کرتے رہے.........کسی نے امریکیوں کو عراق پر حملے کے لئے اپنی فضائی حدود استعمال کرنے کی اجازت دی.........کسی نے امریکی جہازوں کو پرواز کے لئے اپنے اڈے پیش کر دیئے اور کوئی تیل اور خوراک کی سپلائی فراہم کر کے امریکہ کی معاونت کرتا رہا.........جنہیں عراق کا دست و بازو بننا چاہئے تھا وہ اس کی تباہی میں دشمن کے ساتھی بنے رہے.........ایک ہم تھے جو نہ تو عراق کی حمایت کر سکے اور نہ ہی کھل کر امریکہ کی مخالفت.........ہماری اسمبلی چھ روز تک اس موضوع پر بحث کرتی رہی کہ امریکی حملے کے خلاف کون سے الفاظ استعمال کئے جائیں.........

گو اب عراق پر امریکہ اور اس کے اتحادیوں کا قبضہ ہے......... بظاہر عراقی عوام شکست کھا چکے ہیں......... بظاہر مسلمانوں کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے.........مگر یاد رہے کہ فتح ہمیشہ حق کی ہی ہوتی ہے.........اور انشاءاللہ عراقی مسلمانوں کی یہ قربانی ضرور رنگ لائے گی.........

Ma— (signature)

اندازِ مسلمانی

قرآن وسنت کے احکامات کے مقابل میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مقابل میں، اپنی رائے پر عمل کرنا یزیدیت ہے۔ یزید کے ذمے صرف یہی جرم تھا تو آج کربلا ہمارے اپنے اندر کربلا موجود ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے اندر دیکھنا چاہیے۔ کہ ہم کیا حسین کی صفوں میں کھڑے ہیں؟۔ قرآن وسنت کا اتباع کر رہے ہیں۔ اپنی معیشت میں، اپنی سیاست میں، اپنے کاروبار میں، اپنی تعلیم وتربیت میں، لوگوں کے حقوق میں، لوگوں کے ساتھ معاملات میں، کیا ہمارا کردار حسینی ہے یا ہم بھی کہیں یزید کا ساتھ تو نہیں دے رہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 9/03/03

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم o

وَلَا تَقُولُو لِمَنْ يُقتَل فِىْ سَبِيلِ اللّٰه اَمْوَات o بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِن لَّا تَشْعُرُوْن o اَللّٰهُمَّ سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَلَنَا اِلَّا مَاعَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْم.

مَوْلَايَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبداً عَلٰى حَبِيْبِكَ مَنْ دَانَت بِهِ الْعُصُرُوا o

عزیزان گرامی! رب العالمین کے اس جاری کردہ نظام کائنات میں انسان کی آزمائش یہ ہے کہ اُسے جو اختیار واقتدار دیا گیا ہے۔ جو قوت دی گئی ہے۔ اُس قوت کو، اپنی حیثیت کو، چونکہ اللہ نے کسی کو مالی حیثیت دی ہے، کسی کو علمی حیثیت دی ہے، کسی کو اقتدار واختیار دیا ہے، اور کسی میں ساری چیزیں جمع فرمادی ہیں۔ یہ سب اللہ کی امانت ہیں اور اس دنیا میں جو معیار نیکی اور بدی کا اللہ کریم نے مقرر کر دیا ہے۔ اپنے نبی ﷺ کو مبعوث فرما کر، اور اپنی آخری کتاب نازل فرما کر، قیامت تک کیلئے حق وباطل کو واضح فرمادیا۔ اب انسان اس کارگہ حیات میں جو فیصلے کرتا ہے۔ جو اس کی طاقت وقوت خرچ ہوتی ہے۔ جو اس کی زبان سے بات نکلتی ہے۔ جو اس کے قلم سے الفاظ نکلتے ہیں کیا وہ حق وصداقت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے زمرے میں آتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ کے بتائے ہوئے ضابطوں اور قاعدوں کے مطابق ہیں یا ان کی مخالفت کر رہے ہیں۔ ہوتا وہ نہیں جو انسان چاہتا ہے ہوتا وہ ہے جو رب العالمین چاہتا ہے۔ انسان کے پاس صرف اپنی رائے کے لئے اپنی قوت، اپنا زور، کسی پلڑے میں ڈالنے کے لئے اللہ نے ایک قوتِ فیصلہ اسے دے دیا۔ اور یہی اسکا اختیار ہے۔ اگر وہ یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مجھے اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرنی ہے تو فرمایا۔ یھدی الیہ من ینیب۔ جو یہ فیصلہ کرلے کہ مجھے اللہ کا قرب چاہیے مجھے نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنی ہے۔ اس کے لئے ادھر کا راستہ کھول دیتا ہوں۔ اگر کوئی مخالفت کرنا چاہتا ہے۔ جیسے اہل مکہ نے مخالفت کی، مشرکین عرب نے مخالفت کی۔ لیکن ان کی مخالفت حق کو دبا نہیں سکی۔ رسول ﷺ کو، آپ کے دین کو، اور اللہ کی کتاب کو روک نہیں سکی ہاں مٹانے والے مٹتے گئے اور دین برحق پھیلتا گیا۔ حتیٰ کہ تاریخ گواہ ہے کہ جب روئے زمین کی کافر طاقتیں جمع ہوگئیں تھیں کہ اس دین کو مٹا دیا جائے اسلئے کہ اس میں صرف اللہ کی عظمت تھی بندوں کی خدائی کا انکار کر دیا گیا تھا۔

اسلام اللہ کی کبریائی سے شروع ہوتا ہے آپ اذان کہتے ہیں۔ دعوت دیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ اللہ اکبر بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کے کان میں کہتے ہیں اللہ اکبر، نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اللہ اکبر، کسی جانور کو ذبح فرماتے ہیں تو پڑھتے ہیں بسم اللہ اللہ اکبر، اور بندہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آپ تکبیر کہہ کر ہی اسکا جنازہ پڑھتے ہیں۔ یعنی اسلام کی ابتداء اور انتہا اللہ اکبر ہے کہ کبریائی صرف اُس ذات کی ہے۔ بڑا اللہ ہے۔ باقی سب مخلوق ہے اور محتاج ہے۔ اسلام کا یہ نظریہ اسلام کو یہ قوت دیتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس دین کو مٹانے پہ قادر نہیں ہے۔ ہاں مختلف ادوار میں زیر وبم آتے ہیں۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ صحابہ کرام کا اخلاص تھا کہ تیئس برس میں قرآن

کریم نازل ہوا۔ قرآن ساری انسانیت کے لئے دعوت تھی یہ جمہور اور جمہوریت کا تصور سب سے پہلے محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا اور فرمایا۔ ایھا الناس یہ پہلا کلمہ تھا جس میں اولاد آدم کو خطاب فرمایا گیا۔ ورنہ اقوام عالم ہمیشہ اپنی قومی برتری، اپنے ملک کی بڑائی، اپنی ذات کی بڑائی، میں مصروف رہتی تھیں۔ یہ پہلی ہستی تھی جس نے آواز لگائی ایھا الناس انی رسول اللہ علیکم جمیعا o اے اولاد آدم تم جہاں تک ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔ قولو لا الہ الااللہ تفلحوا o تم مسائل میں الجھے ہوئے ہو۔ پریشانیوں کا شکار ہو۔ دکھوں کے مارے ہوئے لوگو! میرے پاس آؤ۔ سارے دکھ میرے قدموں میں ڈال دو۔ اور اپنی خوشیوں اور مسرتوں سے جھولی بھر کے لے جاؤ۔ قُولوا لاالہ الااللہ کہہ دو۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں. تُفلِحُوا۔ فلاح پا جاؤ گے۔ فلاح اتنا وسیع المعانی لفظ ہے کہ جس سے ذات کی، خاندان کی، قوم کی، ملک کی، سلطنت کی، دنیا کی، اور آخرت کی، کامیابی مراد لی جا سکتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے مشروط نہیں فرمایا کہ ایک کام سے تم ایک مصیبت سے نجات پاؤ۔ فرمایا نہیں، تُفلِحُوا افلاح پا جاؤ گے دنیا و آخرت ہر جگہ کی کامیابی تمہیں نصیب ہو جائے گی۔

تیئس سال میں دین نازل ہوا۔ اور حضور دنیا سے پردہ فرما گئے۔ دنیائے کفر کی ساری طاقتیں اس بات پر متحد ہو گئیں۔ کہ اس نئی آواز کو مٹا دیا جائے۔ لیکن تاریخ گواہ ہے کہ وصال نبوی کے تیئس برسوں کے اندر اندر یعنی تیئس سال نزول کا عرصہ ہے۔ اور صحابہ کرام کا خلوص دیکھیے کہ انہی تیئس برسوں کے اندر اندر افریقہ سے سائبریا تک اور ہسپانیہ سے چین تک اسلامی ریاست بن چکی تھی۔ اور بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی سپر پاورز انکی خس وخاشاک میں بہہ گئی تھیں۔ آج کی سپر پاور کی وہ حیثیت نہیں ہے۔ جو اس زمانے کی تھی آج جو پہلے ایٹم چلا دے گا وہ سپر پاور ہے۔ اس وقت

> **یہ پہلی ہستی تھی جس نے آواز لگائی ایھا الناس انی رسول اللہ علیکم جمیعا o اے اولاد آدم تم جہاں تک ہو میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں۔**

سپر پاورز وہ تھیں۔ جن کے پاس افرادی قوت بھی تھی۔ اور تربیت یافتہ افواج بھی تھیں۔ اور بھرے ہوئے خزانے بھی تھے۔ قیصر سپر پاور، کسریٰ سپر پاور تھا۔ جن کے ایک ایک گورنر کے پاس، ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ فوج ہوتی تھی۔ تربیت یافتہ اور جدید ترین سدھائے ہوئے گھوڑے اور اسلحہ ہوتا تھا۔ لیکن اس کا اپنا ایک نظام ہے فرمایا جَاءَ الحَقُّ وَزَھَقَ البَاطِلُ o اِن البَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا o یہ صحابہ کا خلوص تھا الحمد للہ کہ تیئس برسوں میں اسلام روئے زمین پر پھیل گیا۔

انقلابات زمانہ کو دیکھو! مسلمانوں پر بڑے بڑے کٹھن وقت آئے۔ کیوں آئے؟ جب ہمارے خلوص میں کمی آئی۔ جب ہمارے کردار میں خامیاں آئیں اور جب ہم نے خلوص نیت سے اتباع رسالت کی بجائے اپنی ذات کے لئے چیزیں جمع کرنا، خود کو بڑا بنانا شروع کیا۔ تو اللہ اکبر بھول گیا۔ اپنی بڑائی کا اہم اعلان کرنے لگے۔ دولتیں جمع کرنے لگے۔ دنیاوی مفادات میں کھو گئے۔ تو بڑی بڑی مصیبتیں آئیں، میں تھوڑے سے وقت میں ایک ہی مثال دیتا ہوں اور وہی کافی ہے کہ عیسائیوں نے وسط ایشیاء کے تارتاریوں کو ابھارا۔ جب چنگیز خان قوت حاصل کر رہا تھا تو مغرب کے عیسائیوں نے دو فائدے اٹھانا چاہے۔ ایک تو اس وقت وہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی قدیم ریاست کو تاراج کر رہے تھے اور ایک قانون بنا دیا تھا کہ یا عیسائی ہو جاؤ۔ یا ہسپانیہ خالی کر دو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ کوئی تیسرا راستہ نہیں، اور آپ کی اطلاع کے لئے ایک بات عرض کرتا چلوں۔ ضمنی سی بات آ گئی ہے چونکہ آج بھی مسلمان یہاں فسٹ اپریل فول مناتے ہیں۔ یہ فسٹ اپریل فول ہسپانیہ سے شروع ہوا تھا۔ کہ ایک شہر پر قبضہ کرنے کے لئے انہوں نے مسلمانوں کو یکم اپریل کو کہا تھا کہ تمہارے جہاز افریقی ریاستوں سے آ رہے ہیں اور تم یکم اپریل کی صبح بروقت ساحل پر پہنچ جانا اور یہ جھوٹ تھا۔ مسلمان بیوی بچے لے کر جو سامان اٹھا سکتے تھے، لے کر ساحل پر پہنچے۔ عیسائیوں نے گھروں پر قبضہ کر لیا۔

واپس آئے تو قتل کر دیئے گئے۔ یہ First April Fool اس کی یادگار منائی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ یہ دھوکہ میر صادق نے سلطان ٹیپو شہید سے کیا اور اس دن یکم اپریل تھی انگریزوں سے ساز باز کر کے انہیں کہا کہ تم دن ایک بجے حملہ کرنا اور فوج کو حکم دیا کہ تم دن ایک بجے تنخواہ لینے چلے جانا۔ سلطان تو اس وقت خلوت میں ہوں گے اور کھانا کھانے کیلئے تشریف لے جا چکے ہوں گے۔ اس دن بھی یکم اپریل تھی چنانچہ اس دھوکہ دہی سے اسلام کے عظیم سپوت ٹیپو شہید کو شہید کیا گیا۔ تو اس پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوگئی یکم اپریل فول کی۔ تو جس وقت انگریز ہسپانیہ سے اسلام کا نام مٹا رہے تھے اس وقت عیسائیوں نے چنگیز کو، اور چنگیز کے بیٹوں کو اپنی چیدہ چیدہ خواتین پیش کیں۔ ان کے بڑے بڑے حرم تھے اور بے شمار عورتیں اور خواتین قید کر کے لے جاتے تھے۔ خوبصورت لڑکیاں انہیں پیش کی جاتی تھیں بلکہ یہ جو بازار حسن بنے اور بدکاری کے اڈے بنے۔ ان کی بنیاد تاتاری سلاطین کے محلات تھے کہ وہ پھر جنہیں پسند نہیں کرتے تھے ایک آدھ دن رکھا۔ پھر اُسے پیسے دے دیئے۔ ایک باہر مکان بنا دیا۔ چھوڑ دیا۔ وہ مکانوں کے ساتھ مکان بنتے گئے اور وہ بدکاری کے اڈے بن گئے۔ وہاں سے یہ بدکاری کے باقاعدہ اڈے شروع ہوئے ہیں اور وہ خوبصورت عورتیں انہیں دیکر اس طرف راغب کیا۔ کہ مسلمان ریاستوں پر حملہ کر کے انہیں ادھر سے، مشرق سے تم نابود کر دو چنانچہ مسلمان جو دنیاوی لذتوں کے اسیر ہو چکے تھے۔ جن کے اس وقت کے حکمران شراب خور تھے اور خلیفہ بغداد کی قباء تاتاریوں کے حملے کے وقت بھی شراب سے رنگی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ سے جام گرا تھا۔

مسلمان جب ان دنیاوی لذات میں پڑے۔ خلوص کم ہوا، دین کم ہوا، صداقت کم ہوئی، آپس کی خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں، آپس

> انہی تیس برسوں کے اندر اندر افریقہ سے سائبیریا تک اور ہسپانیہ سے چین تک اسلامی ریاست بن چکی تھی اور بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑی بڑی سپر پاور اسکی خس و خاشاک میں بہہ گئی تھیں۔

میں مناظرے شروع ہوگئے، چھوٹی چھوٹی باتوں پہ لڑائی شروع ہوگئی تو عذاب کی صورت میں تاتاری نازل ہوگئے۔ اور اکیلا سقوط بغداد اگر اس وقت دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ شاید اسلام سارا مٹ جائے گا۔ اسلام کا ذخیرہ کتب تاتاریوں نے بغداد سے اٹھا کر دریائے دجلہ کی نذر کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگالیجئے۔ کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی وہاں سے گزرتا تو سیاہ ہو جاتا تھا، چونکہ کتابیں قلم سے اور سیاہی سے لکھی جاتی تھیں۔ کتب خانے نہیں تھے۔ تو چھ مہینے تک دریا کا پانی سیاہ ہوتا رہا۔ لیکن انجام کار کیا ہوا، اللہ نے تارتاریوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دی۔ جب وہ مسلم ریاستیں تباہ کر چکے تھے۔ جس پر علامہ مرحوم نے فرمایا۔

> ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
> کہ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے
> وہ قادر ہے اُس نے ایسی کایا پلٹی کہ

بدکار مسلمانوں کو، تارتاریوں سے سزا دلوائی اور تارتاریوں کو کلمہ پڑھا کر بیت اللہ کا خادم بنا دیا۔ اور جب ہسپانیہ سے آخری مسلمان کو رخصت کر کے عیسائی خوش ہو رہے تھے، مشرق سے یورپ میں تاتاری اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے داخل ہو رہے تھے۔ اس کا اپنا نظام ہے۔ آج اگر ہم پہ یہ گھڑی آئی ہے۔ تو آج محرم تو اس بات کی دلیل ہے کہ یکم محرم یوم شہادت ہے اسلام کے اس فرزند جلیل کی جسے فاروق اعظمؓ کہا جاتا ہے۔ ایک ایسا مدبر ایک ایسا امیر، ایک ایسا سیاستدان، ایک ایسا جرنیل جس نے زندگی میں سب سے زیادہ فتوحات حاصل کیں اور آج تک کوئی ان کا ریکارڈ توڑ نہیں سکا۔ اکیلے فاروق اعظمؓ کے دس سالہ عہد حکومت میں چھبیس لاکھ مربع میل علاقہ فتح ہوا۔ جس میں سے تیس ہزار بڑے بڑے شہر اور بڑے بڑے قلعے تھے۔ اور صرف فتح نہیں ہوا مزے کی بات یہ ہے کہ سارے علاقے سے کسی بوڑھے کی آہ کسی بچی کی چیخ اور کسی بیوہ کا آنسو گرتا نظر نہیں آتا کہ مجھ پر مسلمان سپاہ نے زیادتی کی۔ اگر انصاف غیر مسلموں کو بھی نصیب ہوا تو اسلام کے زیر نگیں آ کر اور اسلامی نظام کے زیر نگیں آ کر نصیب ہوا۔ اور پھر محرم ہی میں وہ عظیم شہادت ہے جس نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا

ہے جس میں اکیلے حضرت حسینؓ نہیں جس میں خانوادہ نبوت کے چشم و چراغ سارے کے سارے موجود تھے۔ اور خاندان نبوت کا ایک فرد بچ سکا۔ حضرت زین العابدینؒ جن کی عمر بھی کم تھی۔ لیکن ان سے کم عمر کے بچے بھی شہید ہوئے۔ انہیں **بچانا تھا**۔ اور وہ اٹھ نہ سکے۔ اور ان کے بچنے کا سبب اللہ نے بنا دیا۔ شاید اللہ کریم اس نسل پاک کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ ورنہ سارا خانوادہ رسول ایک بات پر قربان ہو گیا اور بات بڑی چھوٹی سی ہے معمولی سی بات ہے۔ سمجھوتہ نہیں کر سکے کوئی بات نہیں کی یزید نے کوئی نیا کلمہ جاری نہیں کیا تھا۔ اعلان نبوت نہیں کیا تھا۔ قرآن کا انکار نہیں کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت حسینؓ کا اعتراض تھا کہ یزید مسلمانوں کے انتظام و انصرام میں سنت سے ہٹ کر اپنی مرضی کے احکام بھی شامل کرتا ہے۔ اس لئے یہ اس کا اہل نہیں، یا یہ توبہ کرے۔ یا اس کی جگہ کسی **اور کو خلیفہ** بنایا جائے۔

کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ انہوں نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا ہو۔ یا حصولِ اقتدار کے لئے نکلے ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ اب یہ چھوٹی سی بات ہے جبکہ ہم تو سارا دن سمجھوتے کرتے ہیں۔ ساری عمر سمجھوتے کرتے ہیں ہم تو کہتے ہیں کہ کوئی بات نہیں یار چھوٹا سا گناہ ہو گیا۔ اب جھوٹ بول لیا، تو تھوڑا سا گزارا ہو جائے گا۔ ہر بندے سے جھوٹ بول لیتے ہیں۔ ہماری تو زندگی سمجھوتوں کی نذر ہو گئی، اور محرم ہمیں یاد دلاتا ہے کہ حق حق ہے اور باطل باطل ہے، سچ سچ ہے اور جھوٹ جھوٹ ہے۔ اپنا حق حاصل کرو لیکن دوسرے کا حق ادا بھی کرو۔ اپنا حق تو معاف کر سکتے ہو۔ دوسروں کا حق جو تم پر ہے وہ فرض ہے۔ وہ تم معاف نہیں کر سکتے۔ وہ اسے ادا کرو۔ اتنی سی بات تھی اگر وہ اپنی مرضی چھوڑ دیتا آپ بیعت فرما لیتے۔ لیکن اتنی سی بات کے لئے کتنی قیمت دی۔ یہ ایک دروازہ کھل رہا تھا آنے والی حکومتوں کیلئے کہ ہر حکمران جو جی چاہے کرے۔ اس لئے کہ عیسائیت اس سے پہلے چرچ کو اور حکومت کو الگ کر چکی تھی۔ چرچ الگ تھا۔ دین الگ تھا، حکومت و سلطنت الگ تھی، عیسائی بادشاہ اپنی مرضی کرتے تھے اور مذہبی امور چرچ کے حوالے سے تھے۔ وہ عبادت کرائے، کسی کے گناہ بخشوائے، کسی کا مردہ دفنائے، جو کچھ کرتا ہے کرتا رہے۔ لیکن سرکار چلانا بادشاہوں کا کام تھا۔ خطرہ یہ محسوس کیا جگر گوشہ رسول ﷺ نے کہ اگر یہ دروازہ یہاں بھی کھل گیا۔ تو کل کو حکومت الگ ہوگی اور دین الگ ہوگا جبکہ اسلام پورا نظام حیات ہے۔

> ہسپانیہ سے آخری مسلمان کو رخصت کر کے جب عیسائی خوش ہو رہے تھے، اس وقت مشرق سے یورپ میں تاتاری اسلام کا جھنڈا لئے ہوئے داخل ہو رہے تھے۔

سیاست بھی اُس کے اندر ہے، امامت بھی اس کے اندر ہے، انسان نائب ہے حکمران سرے سے ہی نہیں۔ انسان خلیفۃ اللہ فی الارض ہے۔ اللہ کا نائب ہے، اللہ کے رسول کا، لوگوں کے حقوق کا امین ہے۔ اور اس کے ذمے ہے کہ لوگوں کو تحفظ دے۔ لوگوں کے رزق کے انتظامات کرے۔ لوگوں کی تعلیم کا اہتمام کرے۔ لوگوں کے علاج معالجے کا اہتمام کرے۔ ان سب کا وہ ذمہ دار ہے وہ خود شہنشاہ نہیں ہے اور جو کردار یزید اپنانا چاہتا ہے کہ اپنی مرضی کے احکام شروع کر دے تو آنے والی بادشاہت تک دین پھر مسجدوں میں رہ جائے گا اور حکومت ایوان اقتدار میں رہ جائے گی۔ اس کا سد باب کرنے کے لئے۔ نواسہ رسول ﷺ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ میں اُس لمبے قصے میں نہیں جانا چاہتا۔ پچھلے جمعہ یہ وہ سارا ایک بار سرسری دہرا بھی چکا ہوں۔ لیکن بات ایک ضرور کرنا چاہوں گا۔ کہ آپ نے اس انکار کی قیمت کیا ادا کی۔ خاندان رسول ﷺ کے بچوں سے لیکر بزرگوں تک سب کو قربان کر دیا۔ ایک زین العابدینؒ جو معصوم تھے۔ کم عمر تھے، اور بیمار تھے۔ پھر خانوادہ نبوی ﷺ کی مستورات جن کو سورج بھی دیکھنے سے شرماتا تھا آپ کے ہم رکاب تھیں کوئی سمجھوتہ کر لیتے ان سب کو بچا کر لے جاتے۔ کیا روز محشر نبی علیہ السلام کو اپنی اولاد کا دکھ نہیں ہوگا، اُن پیاس سے تڑپتے، بچوں کو اور خاک و خون میں غلطان لاشوں کا دکھ پیغمبر ﷺ کو نہیں ہوگا۔

حضرت حسینؓ سے نہیں پوچھیں گے کہ تم نے جان دینی تھی دیتے۔ میرا سارا خاندان کیوں ذبح کروا دیا کیا جواب ہے۔؟ کہ اتنی سی بات پر، چھوٹی سی بات پر کہ تم اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے پچھنے لگوائے۔ علاج ہوا کرتا تھا۔ اور ہمارے زمانے تک بھی تھا اب دنیا زیادہ جدید ہوگئی ہے ہم نے بھی دیکھے ہیں پچھنے لگوا کر اوپر وہ لگاتے تھے اس طرح ڈولیاں سی خون نکل آتا تھا جو حضور ﷺ نے پچھنے لگوایا اور خون مبارک نکلا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی کو دیا۔ کہ یہ دور جا کر دفن کر آؤ۔ وہ گئے اور برتن صاف کر کے واپس آ گئے۔ جب محفل میں آئے تو حضور ﷺ نے پوچھا بھئی دفن کر دیا تھا۔ چپ...... فرمایا میں نے پوچھا ہے میں نے خون دیا تھا دفن کر دو کہاں کیا؟ یا رسول اللہ میں نے تو سارا پی لیا۔ میرا تو دل نہیں مانا کہ اس پاک خون کو حالانکہ جو خون پچھنے سے نکلتا ہے وہ بیمار ہوتا ہے۔ اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اس میں جراثیم جو جس مرض کے لئے لگائے جاتے ہیں اور عموماً جو سینے میں درد ہوتا ہے۔ اس کے لئے لگتے ہیں یا ٹانگ میں درد ہے وہاں لگتے ہیں۔ تو اس میں جراثیم اور بیماری نکل جاتی ہے۔ اس نے کہا یا رسول ﷺ میں نے تو سارا پی لیا۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ خون تو ویسے حرام ہوتا ہے تم نے حرام کھا لیا۔ آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا بیمار تھا، بیمار کھا لیا۔ فرمایا تیرے وجود کا حصہ اگر میرا خون بن گیا ہے تو تجھ پر دوزخ کی آگ حرام ہوگئی۔ آپ ﷺ نے بیماری کی حالت میں ایک پیالہ میں پیشاب فرمایا ایک خادم کو دیا کہ یہ پیشاب باہر پھینک آؤ واپس آیا برتن خالی کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا پھینک دیا ہے تو وہ شخص خاموش...... آپؐ نے فرمایا میں نے پوچھا ہے۔ کہ جو پیشاب لیکر گئے تھے پھینک دیا تو اس نے کہا یا رسول ﷺ میں نے تو پی لیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم نے پیشاب کیوں پی لیا ہے۔ فرمایا کوئی بیماری اب تمہارے نزدیک نہیں آئے گی۔

اس نبیؐ کا خون تھا جو کربلا میں ریت پر بہہ کر جذب ہو رہا تھا۔ اُس پیغمبر ﷺ کا وہی مبارک خون تھا جو گلشن رسول کے ننھے ننھے پھولوں کی گردنوں سے ابل رہا تھا۔ تو حسینؓ کو کیوں جرات ہوئی۔ اس مبارک خون کو خاک وخون میں روندتے ہوئے زمین پر اور ریت پر بہاتے ہوئے، حضرت حسینؓ کے پاس کیا جواب ہوگا؟۔ سوچو! میں نے سوچا ہے کہ وہ عرض کریں گے۔ اے میرے حبیب ﷺ، اے میرے نانا ﷺ اے میرے رسول ﷺ، اے میرے شفیق ﷺ، اک روش پڑ رہی تھی کہ تیرا دین تو ملاّ کے پاس رہ جائے۔ اور ایوان اقتدار سلاطین کے پاس ہو۔ میں نے اُسے روکنے کے لئے تیرا سارا خاندان قربان کر دیا۔ تو حضورؐ فرمائیں گے بے شک میری جان، میرا مال، میرا خاندان، میرا خون میرا سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ کا دین سربلند رہے۔ تجھے یہی کرنا چاہئے تھا۔ جو تو نے کیا۔

آج پھر محرم ہے آج بڑا شور بڑی مجالس، بڑی تقاریر، بڑی نوحہ خانیاں، ٹیلی ویژن پر ریڈیو پر ہر جگہ ہوں گی، لیکن سوال یہ ہے کہ آج کیا ہم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تلاش کرے۔ کہ میری اپنی ذات کے اندر میری اپنی ذات کتنی ہے اور اتباع رسالت ﷺ کتنا ہے۔ اگر میں زندگی کے امور میں اپنی پسند استعمال کرتا ہوں۔ تو ایک یزید میرے اندر بھی ہے۔ یزیدیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کے احکامات کے مقابل میں، محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مقابل میں، اپنی رائے پر عمل کرنا یزیدیت ہے۔ یزید کے ذمے یہی جرم تھا، تو کربلا ہمارے اندر موجود ہے ہمارے اندر ایک حسینؓ بھی ہے، ہمارے اندر یزید بھی ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اپنے اندر دیکھنا چاہیے کہ ہم کیا حسینؓ کی صفوں میں کھڑے ہیں۔ قرآن وسنت کا اتباع کر رہے ہیں۔ اپنی معیشت میں، اپنی سیاست میں، اپنے کاروبار میں، اپنی تعلیم وتربیت میں، لوگوں کے حقوق میں، لوگوں کے ساتھ معاملات میں، کیا ہمارا کردار حسینی ہے یا ہم بھی کہیں یزید کے ساتھ تو نہیں دے رہے۔

عجیب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنا محاسبہ کرنے کی بجائے بندوق اٹھا لیتے ہیں وہ گمراہ ہے اور اسے گولی مار دو۔ اس کا کس نے حق دیا ہے۔ دو حق اللہ نے ہر بندے کو دیئے ہیں ایک زندہ رہنے کا اور ایک عقیدہ رکھنے کا یہ اللہ حق نہ دیتا تو زبردستی کلمہ پڑھواتا۔ اس نے کہا نہیں، جس کا جی چاہے۔ مانے۔ جس کا نہ چاہے نہ مانے۔ جو مجھے نہیں مانتا اُس کے انسانی حقوق بھی مسلمانوں تمہارے ذمہ فرض ہیں۔ اسکی جان

کی حفاظت فرض ہے۔ اس کے مال کی حفاظت فرض ہے۔ اسکی آبرو کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے۔ انسانی حقوق جو کافر اور غیر مسلم کے ہیں ان کا تحفظ تمہارے ذمہ ہے۔ تم جو خود کو مسلمان کہتے ہو۔ تو یہ محرم کی عظیم شہادتیں فاروق اعظمؓ سے لیکر میدان کرب وبلا تک یہ درس دیتی ہیں کہ دوسروں پر گولی چلانے سے پہلے سوچو، دوسروں کو قتل کرنے سے پہلے سوچو، کہیں یزید تمہارے اندر تو نہیں وہ یزید تم سے قتل وغارت تو نہیں کروا رہا۔ وہ تو تمہیں مشورہ تو نہیں دے رہا۔ کہ تم ان پر گولی چلادو۔

کیسی عجیب بات ہے کہ آج مساجد میں نماز ادا کرنی ہے تو باہر گن مین پہرے پر ہو۔ کیا عجیب بات ہے۔ جو ملک اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ اس کا چپہ چپہ اسلام کا خادم ہوگا۔ اس پہ جو اللہ کے گھر ہیں ان میں بھی قتل وغارت شروع ہوگئی۔ جبکہ مسلمان لشکروں کو حکم دیا جاتا تھا کہ جہاں حملہ کر رہے ہو۔ فصلیں نہیں اجاڑی جائیں گی، پھل دار درخت نہیں کاٹے جائیں گے، کسی ایسے شخص کو نہیں چھیڑا جائے گا جو آگے سے تلوار نہ اٹھائے۔ خواتین کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ بچوں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ بوڑھوں کو نہیں چھیڑا جائے گا اور غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ عبادت خانے میں جو لوگ بیٹھے ہیں ان کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ تاریخ اٹھا کر دیکھ لو اگر کافر کے کفر کرنے والے عبادت خانے میں جو عبادت گزار بیٹھا ہے۔ کافر ہے بت پوج رہا ہے۔ اس کے لئے اسلام میں پناہ موجود ہے تو آج مسجد میں جو اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے کی جگہ ہے۔ اس پر گولی چلائی جاتی ہے۔ اسے نیکی اور اسلام سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کا سال عجیب ہے کہ ذی الحج پہ ختم ہوتا ہے۔ جہاں ذبیح اللہ کی اور خلیل اللہ علیہ السلام کے جگر گوشہ کی قربانی ہے۔ ختم قربانی پہ ہوتا ہے۔ شروع شہادت پہ ہوتا ہے۔ اسلام شہادت اور قربانی کا مجموعہ ہے۔ چندروزہ زندگی

> **اسی نبی ﷺ کا خون تھا جو کرب وبلا میں ریت پر بہہ کر جذب ہو رہا تھا۔ اس پیغمبر ﷺ کا وہی مبارک خون تھا جو گلشن رسول ﷺ کے ننھے ننھے پھولوں کی گردنوں سے ابل رہا تھا**

ہے اور اسلام زندگی کے کسی کام سے نہیں روکتا۔ دنیا کی ہر نعمت اللہ نے جو حلال کی ہے اس سے کبھی نہیں روکتا۔ خلق لکما فی الارض جمیعا۔ زمین پر جو کچھ ہے تمہارے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ لیکن اس کے استعمال کا طریقہ وہ خود بتاتا ہے۔ اسکی حدود ۔۔۔ خود بتاتا ہے۔ دنیا کی ہر نعمت استعمال کرو لیکن اپنا حق دوسرے کا حق چھین کر نہیں۔ اچھا کھانا چاہتے ہو تو حلال کما کر اچھا کھاؤ۔ اچھا پہننا چاہتے ہو تو حلال کما کر اچھا پہنو۔ اچھی گاڑی چاہتے ہو۔ اچھا گھر چاہتے ہو۔ اچھا بناؤ لیکن محنت کرو۔ مشقت کرو۔ حلال رزق کماؤ۔ اور دوسروں کی بقاء کا سبب بنو نہ کہ دوسروں کے لئے پیغام اجل بن جاؤ۔ جو شخص زندگی کا ایک لمحہ دے نہیں سکتا وہ چھین کیسے سکتا ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو کسی مرتے ہوئے کو ایک لمحہ زندگی دے سکے۔ جو دے نہیں سکتا اسے لینے کا بھی اختیار نہیں ہے۔ زندگی لینے کا اختیار اسی کو ہے جو زندگی دیتا ہے۔ اللہ کے حکم کے تحت جو قتل ہوتے ہیں۔ شرعی سزا میں جو قتل ہوتے ہیں۔ جہاد میں جو قتل کئے جاتے ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے اور اس کے قاعدے اور ضابطے کے مطابق ہوتے ہیں۔ یہ کوئی جہاد نہیں ہے کہ اب ہم جہاں سے اٹھ کر آپس میں لڑنا جھگڑنا شروع کر دیں۔ اب دیوبندی اور بریلوی کا کیا فرق ہے؟ دیوبند ایک مدرسہ ہے، بریلی ایک مدرسہ ہے۔ اور ایک صدی پہلے یہ مدرسے بنے ہیں۔ تیرہ سو سال پہلے اسلام کیا تھا؟ دیوبند اور بریلی دونوں میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ایک ہیں دونوں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں۔ جھگڑا کیا ہے؟ جی وہ کہتے ہیں کہ میں بلند آواز سے درود پڑھوں گا یہ کہتے ہیں نہیں میں آرام سے بیٹھ کر پڑھوں گا اس میں لڑنے کی کیا بات ہے اونچی آواز میں پڑھ لے آپ آرام سے بیٹھ کر پڑھ لیں۔ جھگڑا ختم۔ درود تو وہی ہیں جو دونوں پڑھ رہے ہیں۔ نبیؐ بھی وہی ہے جس پر پڑھ رہے ہو تو پھر گولی مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر قرآن کو سب مانتے ہو، کلمہ سب پڑھتے ہو۔ مسلمان سب کہلاتے ہو۔ مسلمان میں آکر اگر تم نے

چھوٹے چھوٹے اختلافات بنالئے ہیں تو ان کو اللہ کے حضور لے جاؤ سب سے بہتر منصف وہ ہے۔ ان الینا ایابھم ثم ان علینا حسابھم ○ سب کو پلٹ کر میرے پاس آنا ہے۔ سب کا حساب میں خود لوں گا۔ میں اور آپ کسی کا حساب نہیں لے سکتے۔ اگر کوئی سیاہ پوش بن کر مرنا چاہتا ہے۔ میدان حشر میں سیاہ لباس میں اللہ کے حضور جانا چاہتا ہے تو جائے۔ بھئی وہ جانے اور اس کا اللہ جانے وہ غلط ہے یا صحیح ہے اسکا اللہ اس سے حساب کرلے گا۔ اگر کوئی سفید لباس میں جانا چاہتا ہے اگر کوئی سبز لباس میں جانا چاہتا ہے تو جائے بھئی جس لباس میں جانا چاہتا ہے جائے جانا تو ہر ایک کو اللہ کے حضور ہے۔ لیکن انسانی حقوق کی جو حدود ہیں ان پر تو کاربند رہو۔ کافر کی جان کو پناہ ہے اور مسلمان کے لئے جائے امان مسجد بھی نہیں رہی۔

تو میرے بھائی! محرم کا یہ درس نہیں ہے بلکہ محرم کا سبق یہ ہے کہ حق وصداقت کیلئے لوگوں کے حقوق کے لئے، جو اللہ نے لوگوں کو حقوق دیئے ہیں۔ ان پر کوئی بڑے سے بڑا حاکم بھی اپنی مرضی چلانا چاہے۔ تو حضرت حسینؓ کا فیصلہ یہ تھا۔ کہ ان حقوق کے حصول کے لئے خانوادہ نبوت ﷺ بھی قربان کیا جا سکتا ہے۔

اب ان کے ساتھ کا کوئی انسان دنیا میں پیدا نہیں ہوگا۔ انا سید ولد ادم ولا فخر او کما قال رسول اللہ ﷺ۔

فرمایا میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور یہ بات میں فخر سے نہیں کہہ رہا۔ یہ اللہ کا مجھ پر احسان ہے یہ اسی سردار کا پاکیزہ خون تھا، نورانی خون تھا اور وہی نورانی اور منور چہرے تھے۔ اویار تیسری ہی تو پشت تھی۔ حضرت حسینؓ آپؐ کے نواسے تھے حضرت حسینؓ اور حسنؓ کی ہی اولاد تھی رسول اللہ ﷺ کی یہ تیسری ہی پشت تھی۔ جس طرح ہماری، آپ کی تیسری پشت آپ کے نانا دادا ہیں۔ پہلی اور تیسری پشت میں کتنا فاصلہ ہوتا ہے۔ اور حضرت حسینؓ کا فیصلہ یہ تھا کہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ ضروری ہے۔ خواہ اس کے لئے سارا خاندان نبوت بھی قربان کرنا پڑ جائے۔ اور

اک روش پڑ رہی تھی کہ تیرا دین تو ملا کے پاس رہ جائے گا اور ایوان اقتدار سلاطین کے پاس ہو۔ میں نے اسے روکنے کیلئے تیرا سارا خاندان قربان کر دیا

ہم اپنی ادنیٰ سی خواہش پوری کرنے کے لئے دین کو زینہ بنا لیتے ہیں، دین قربان کر دیتے ہیں، اپنی خواہشات کو قربان نہیں کرتے۔

تو میرے بھائی! ہمارے اندر ایک کرب وبلا ہے۔ ہمارے اندر ایک فرات بہتا ہے۔ ہمارے اندر بھی خیمے لگے ہیں۔ ایک طرف کوفیوں کا لشکر بھی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم "حر" بنتے ہیں یا "ابن زیاد"۔ آخر "حر" بھی تو کوفیوں کے لشکر کے ساتھ آیا تھا میدان کرب وبلا میں حق وصداقت دیکھ کر حضرت حسینؓ کے علم کے نیچے جا کر شہید ہوا۔ تو ہر بندے کو یہ پیغام سمجھنا چاہیے، سوچنا چاہیے، اس پہ غور وفکر کرنا چاہئے کہ بین الاقوامی طور پر مسلمان ہی قہر وغضب کا نشانہ کیوں بن رہے ہیں؟ کیا یہ وہی صورتحال نہیں بن گئی جو چنگیزوں کے زمانے میں تھی؟۔ کیا یہ وہی صورتحال نہیں بن رہی جو ابتدائے اسلام میں وصال نبویؐ پر کافر طاقتیں ٹوٹ پڑی تھیں، منکرین زکوٰۃ کھڑے ہوگئے تھے۔ مدعیان نبوت آگئے تھے۔ وہی صورت نہیں بن گئی۔ اس وقت صحابہ کے خلوص نے مقابلہ کیا تھا۔ لیکن تاتاریوں کے مقابلے میں مخلص لوگ میسر نہ آئے تو اللہ نے انہیں نور ایمان عطا کر دیا فرمایا

عسی ان یاتی اللہ بقوم یحبھم .... یقاتلون فی سبیل اللہ ○ میں قادر ہوں اگر تم نہ کرو گے تو تمہاری جگہ ایسے لوگ لے آؤں گا۔ جو میرے عشق میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور احقاق حق کے لئے جانیں دیں گے، جانیں لیں گے۔ اور کسی پروپیگنڈے سے متاثر نہیں ہونگے۔ کسی کی ملامت کرنے سے وہ خوفزدہ نہیں ہونگے اور عجیب بات ہے اسلام چودہ سو سال پہلے جس ہتھیار کا ذکر کر رہا ہے۔ وہ اس صدی کا ہتھیار ہے پروپیگنڈا یعنی پروپیگنڈا دوسری جنگ عظیم میں بطور ہتھیار استعمال ہوا اس پچھلی صدی کا بیسویں صدی کا ہتھیار ہے۔ اور دوسری جنگ عظیم میں گوبلز نے ایجاد کیا۔ کہ جھوٹ بولو

اتنا بولو کہ اگلے کو سچ کا گمان ہونے لگے بہت سے شہر ہٹلر نے اس جھوٹ پر خالی کروائے تھے کہ کچھ فتوحات ہوئیں۔ پھر جرمنی کا ریڈیو نشر کر دیتا۔ کہ فلاں شہر کا ہم نے محاصرہ کر لیا ہے اور ہوتا نہیں تھا۔ دوسرے دن محاصرے کے لئے فوج بھیج دیتے۔ اور ریڈیو پہ نشر کر دیتے کہ شہر والوں نے سرنڈر دیا ہے۔ اور شہر والے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر سرنڈر کر دیتے تھے۔ اور بعد میں لوگوں کو پتہ چلتا تھا کہ جب خبر آئی تھی تب انہوں نے سرنڈر نہیں کیا تھا۔ بعد میں کیا ہے۔ تو اس جھوٹ کو بطور ہتھیار گوبلز نے شروع کیا۔ ہٹلر نے استعمال کیا۔ انگریزوں نے اس کا نام ففتھ کالم Fifth Coulum رکھا فوج کے تین کالم بناتے تھے۔ فسٹ، سیکنڈ، تھرڈ، پہلی لڑتی ہے پھر دوسری اسکی سپورٹ کرتی تھی پھر تیسری اس کے بعد ایک فورریزرو رکھتے تھے، وہ اسے کہتے تھے جو پیچھے ریزرو فوج رہتی تھی کہ اگر وہ تینوں مارے جائیں تو یہ کام آئے۔ ایک ففتھ کالم بنایا۔ وہ جھوٹ ہوتا تھا، پروپیگنڈا ہوتا تھا، تو یہ جنگ عظیم دوئم میں جو ہتھیار استعمال ہوا اسکا ذکر قرون اولیٰ میں قرآن اس وقت کر رہا ہے۔ ولا یخافون لومۃ لائم ٥ جو میرے بندے ہوں گے وہ کسی کے پروپیگنڈے کا شکار نہیں ہوں گے۔

تو میرے بھائی! اپنے آپ کو تو لو۔ پہلے اپنی کربلا کی خبر لو کہ اس میں کیا ہو رہا ہے؟ پہلے اپنے فرات کو دیکھو کہ یہ کس کی پیاس بجھا رہا ہے؟ پہلے اپنے کردار کو دیکھو کہ ہم کس کی حمایت کر رہے ہیں۔ ورنہ شاید یہ دنیا کی کافر طاقتیں ہمیں مٹا دیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ انہیں کلمہ پڑھنے کی توفیق دے دے۔ چونکہ اسلام تو رہنا ہے۔ اگر چنگیزیوں کی طرح آج کے ظالموں کو بھی توفیق دے دے تو وہ قادر ہے۔

اس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت

ترک تعلق کرنے والوں تم تنہا رہ جاؤ گے

اگر آج بھی ہم خلوص سے توبہ کریں۔ آج بھی ہم اتباع رسالت کو اپنا شعار بنائیں۔ اگر آج بھی ہم حق و صداقت پہ خود کو قائم کر لیں۔ میں کہتا ہوں پاکستان پہ اسلام نافذ ہو۔ لیکن اس طرح ہوگا میں پاکستان کا چودہواں کروڑواں حصہ ہوں۔ آپ میں سے ہر ایک پاکستان ہے ہم سب ملکر زمین ملک بنائیں۔ زمین قوم نہیں ہوتی۔ ہم سب مل کر افراد بنتے ہیں آج افراد کو مٹا دو۔ تو یہ خطہ زمین کس کام کا ہے۔ مٹی کو کسی نے کیا کرنا ہے۔ افراد بنتے ہیں۔ اور یہ جو چودہ کروڑ بندے پاکستان میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پاکستان کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر ہم اس ٹکڑے پر اسلام نافذ کر لیں۔ تو یہ ٹکڑے اکٹھے ہوں گے۔ تو سارے پر اسلام نافذ ہوگا۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو باقی سب پہ اسلام لگا دو۔ اس طرح اسلام نافذ نہیں ہوگا۔ سب سے پہلے اپنے کردار کے معیار کو درست کرو۔ اب حضرت حسینؓ ایک معیار ہے فاروق اعظمؓ ایک معیار ہے۔ شہدائے کربلا ایک معیار ہیں۔ اپنے آپ کو جانچو اور تو لو۔ کہ کیا ہم صداقت کے اس معیار پہ پورا اتر رہے ہیں۔ باقی کائنات رب العالمین کی ہے۔ اس کے سپرد کرو۔ وہ جسے چاہتا ہے فتح دلواتا ہے جسے چاہتا ہے شکست دلواتا ہے۔ روس کی تاریخ میں تھا کہ جہاں روس کی فوجوں نے قدم رکھے۔ واپس نہیں آئے لیکن افغانستان میں آ کر اپنی موت مر گیا۔ کون جانتا ہے کہ امریکہ کے لئے اس نے موت مشرقِ وسطیٰ کے صحراؤں میں لکھ دی ہو۔ لیکن تب ہوگی۔ جب ہمارے دل میں خلوص ہوگا۔ یہ مردہ باد کے نعروں سے نہیں ہوگی۔ خدا نعروں پہ فریفتہ نہیں ہوتا۔ اللہ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ کردار کو جانچے گا، نیتوں کو دیکھے گا۔ دلوں کو دیکھے گا۔ آج بھی دل عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار ہو جائیں تو ہمارے اندر بھی چھوٹا سہی، کمزور سہی، ادنیٰ سہی لیکن ایک چھوٹا سا حسینؓ تو پیدا ہو ہی جائے گا۔ اور آج اگر ہم اپنی انا میں گرفتار ہو گئے تو بڑے سے بڑا یزید ہمارے اندر گھس جائے گا۔

تو میرے بھائی! اللہ ہمیں نیکی کی توفیق دے۔ آپ کا آنا جانا مل بیٹھنا قبول کرے۔ ملک کو امن کا گہوارہ بنانے میں، اپنا حصہ ادا کرو۔ اس پہ نہ رہو کہ دوسرے بنائیں گے۔ لوگوں کو زندگی مہیا کرو۔ لوگوں کی موت کا سبب نہ بنو۔ لوگوں کو فراخی مہیا کرو۔ ان کی روزی چھیننے کا سبب نہ بنو۔ لوگوں کو عزت و آبرو مہیا کرو۔ جس طرح اپنی عزت کا تحفظ چاہتے ہو۔ اس طرح دوسروں کی عزت کا تحفظ کرو اللہ کریم آپ سب کو توفیق عمل دے ہمارے گناہ معاف فرمائے اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھے اور اس پر دین حق کی حکومت قائم فرمائے۔ آمین

کلامِ شیخ

بارگاہِ رسالت میں

تیرا جانا بزم کی رعنائیاں تو لے گیا
ہے درو دیوار کو ویرانیاں سی دے گیا

ہیں بہت چہرے مگر لگتا ہے یاں کوئی نہیں
حال کا اپنے جب ان میں رازداں کوئی نہیں

پھول کھلتے ہیں بہاروں میں مگر تیرے بغیر
کون جائے چمن زاروں میں مگر تیرے بغیر

نالہ بُلبُل تو ہے سوزِ دروں باقی نہیں
تیری چاہت کا چمن میں وہ جنوں باقی نہیں

آ گئی گردش زمانے کی ہمارے درمیاں
دیکھ سکتا ہے زمانہ کب کسی کو شادماں

لگتا ہے سارا چمن یونہی اجڑ جانے کو ہے
تیرے بن اب آشیاں اپنا بکھر جانے کو ہے

گر پلٹ آؤ تو محفل پھر جواں ہو جائے گی
ورنہ اپنی دوستی بس داستاں ہو جائے گی

پھر سے دیوانے ترے ہوں گے جنوں میں مُبتلا
موڑ کے رکھ دیں گے پہیہ گردشِ ایام کا

پھر اسی محفل کو تیرے نام سے چمکائیں گے
اپنے سینے میں بسا کر تجھ کو واپس لائیں گے

خُوں دے کے یہ بسایا تھا چمن تیرے لئے
اس میں پالے تھے کبھی سرو وسمن تیرے لئے

تیرے ہی روشن قدم سے اسکو پھر چمکائیں گے
پتے پتے پر تمہارا نام لکھتے جائیں گے

لا اِلہٰ کی تیغ کاٹے گی اندھیرے کا جگر
گنبد خضراء سے روشن ہوگی پھر اپنی سحر

اپنا خُوں سیماب دیکر اتنا ہم کر جائیں گے
نام آقاؐ کا چمن میں پھر رقم کر جائیں گے

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے گردِ سفر' نشانِ منزل' متاعِ فقیر' آس جزیرہ' دیدہ تر' کونسی ایسی بات ہوئی ہے' سوچ سمندر اور دل دروازہ (پنجابی میں) شائع ہو چکے ہیں۔

سیماب اویسی

بیعت کی حقیقت

تصوف و سلوک کے لئے جو بیعت کی جاتی ہے۔ ارشاد السالکین اور دلائل السلوک میں حضرت جیؒ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ بیعت وہ بندہ لے سکتا ہے جو کم از کم بندے کو فنافی الرسول ﷺ تک مراقبات کرانے کی استعداد رکھتا ہو۔ بیعت تصوف کی کم از کم شرط یہ ہے کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو نہ صرف خود فنافی الرسول ﷺ ہو بلکہ جس میں اتنی قوت واستعداد ہو کہ جو اُس سے بیعت کرے اسے بھی فنافی الرسول ﷺ تک مراقبات کرا سکے۔

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 7/3/03

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ o یَدُاللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِمْ. فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ. وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤتِیہِ اَجْراً عَظِیماً o

ارشاد باری تعالیٰ ہے اے میرے حبیب ﷺ جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔ اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ۔ بیعت کا لغوی معنی بک جانا ہے اور شرعاً اُس عہد کو کہتے ہیں۔ جو کوئی اتباع رسالت ﷺ کے لئے، دین پر عمل کرنے کے لئے، دین سیکھنے کے لئے، کسی عالم یا جاننے والے سے کرتا ہے اور یہ سنت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ صحابیات نے خواتین صحابہ جو تھیں انہوں نے بھی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ مرد ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے تھے۔ اور خواتین کو حضور اکرم ﷺ چادر کا پلو پکڑ کر بیعت فرماتے تھے۔ بیعت کا مفہوم دلی اور قلبی ارادت اور عقیدت ہے، اور ظاہری ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنا سنت ہے۔ اگر دل میں ارادت یا عقیدت نہ ہو تو محض ظاہری بیعت ایک طرح کی منافقت بن جاتی ہے۔

بیعت کی بہت سی اقسام ہیں۔ جن میں پہلی تو یہی ہے کہ دین سیکھنے اور دین پر عمل کرنے کے لئے کی جائے۔ اُس کے لئے علمائے حق فرماتے ہیں کہ ہر وہ بندہ جو روزمرہ کے معمولات کے شرعی طریقے سے واقف ہو۔ اس بات کا اہل ہے کہ اُس کی بیعت کی جائے۔ ضروری نہیں کہ وہ بہت بڑا عالم، فاضل ہو۔ لیکن روزمرہ کے معمولات میں رہنمائی کر سکتا ہو، تو اُسی کی بیعت کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح بیعت امارت ہوتی ہے۔ جو خلفاءِ راشدین کی گئی کہ کسی کو اپنا امیر یا سردار یا اپنی طرف سے نمائندہ سرکاری مقرر کیا جاتا ہے۔ جس کی صورت اب کچھ تھوڑی سی تبدیل ہو کر ووٹ کی شکل میں آگئی ہے۔ اب ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتے لیکن ہم چٹ پر لکھ کر کسی کے حق میں جو پرچی ڈالتے ہیں۔ کہ اسے ہماری طرف سے ذمہ داری دی جائے۔ یہ اُسی بیعت امارت کی تقسیم ہے۔ ہم اگرچہ اس کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوئے اپنی ذاتی دوستیوں دشمنیوں پر بعض اوقات ووٹ دیتے ہیں۔ بعض اوقات پارٹی بازی پر دیتے ہیں، بعض اوقات کسی لالچ میں آکر ووٹ دیتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کی بدمعاشی سے ڈرتے ہوئے اُسے ووٹ دیتے ہیں۔ تو یہ سارے طریقے غلط ہیں اور عنداللہ ہر ووٹ دینے والا میدانِ حشر میں اس بات کا جوابدہ ہوگا کہ جس کو تُو نے ووٹ دیا۔ اُس کی تو نے بیعت امارت کی۔ اور بیعت امارت کے لئے شرط یہ ہے کہ کم از کم بیعت کرنے والے کو یہ اعتماد ہو کہ اس بندے میں اہلیت بھی ہے اور امانت دار بھی ہے۔ یہ دو شرطیں لازمی ہیں کہ امین ہو اور اہلیت بھی رکھتا ہو۔ ایک شخص امین ہے، نیک ہے، لیکن اُس کام کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو وہ اُس کے لئے

موزوں نہیں ہے۔ ایک شخص اہلیت رکھتا ہے لیکن اُس کی دیانت اور امانت مشکوک ہے وہ بھی اُس کام کے لئے موزوں نہیں ہے۔ جس کام کے لئے آپ اُسے ووٹ دے رہے ہیں اُس کی بیعت کر رہے ہیں اُس کام کی اہلیت بھی رکھتا ہو اور اُس کی دیانت اور امانت پر آپ کو اعتماد ہو۔ یہ بیعت امارت ہے۔ ایک بیعت حصول برکات کے لئے ہے۔ جسے بیعت تصوف کہتے ہیں۔ تصوف وسلوک کی بیعت۔

تصوف اور سلوک کے لئے جو بیعت کی جاتی ہے اُسے دلائل سے حضرت جیؒ نے ثابت کیا ہے۔ ارشاد السالکین اور دلائل السلوک میں، کہ یہ بیعت وہ بندہ لے سکتا ہے جو کم از کم بندے کو فنا فی الرسول ﷺ تک مراقبات کرانے کی استعداد رکھتا ہو۔ بیعت تصوف کی کم از کم شرط یہ ہے کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو نہ صرف خود فنا فی الرسول ﷺ ہو بلکہ جس میں اتنی قوت واستعداد ہو کہ جو اس سے بیعت کرے اسے بھی فنا فی الرسول ﷺ تک مراقبات کرا سکے۔

یہ بیعت کی مختلف اقسام ہیں۔ جن کے بارے میں ارشاد باری ہے۔ کیونکہ یہ سنت ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں کی جاتی ہیں۔ تو فرمایا یقیناً جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں۔ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ٥ اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کی جاتی ہے، معاہدہ کیا جاتا ہے۔ آدمی اپنے اختیارات بیچ دیتا ہے کہ میں جو کروں گا آپ کی مرضی، آپ کی اجازت، آپ کی پسند، آپ کی رہنمائی، کے مطابق کروں گا۔ تو چونکہ حضور ﷺ کی رہنمائی یا حضور ﷺ کے غلاموں کی رہنمائی۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بیعت ہوئی یا سلاسل تصوف میں جن بزرگوں سے بیعت ہوئی سب کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے اتباع پہ

> **جس کو تو نے ووٹ دیا۔ اس کی تو نے بیعت امارت کی اور بیعت امارت کے لئے شرط ہے کہ کم از کم بیعت کرنے والے کو یہ اعتماد ہو کہ اس بندے میں اس کام کی مکمل اہلیت ہے**

چلنے کی توفیق ارزاں ہو اور اُن کی رہنمائی کی جائے۔ بیعتِ تصوف میں زیادتی یہ ہے کہ باقی جو ظاہری بیعت ہے۔ اُس میں ظاہری طور پر تعلیم وتعلم سکھایا جاتا ہے، سمجھایا جاتا ہے۔ بیعت تصوف میں قلبی کیفیات پیدا کی جاتی ہیں اور قلب میں یہ رجحان پیدا کیا جاتا ہے کہ وہ دل کی گہرائی سے اتباع کرے۔ ظاہری تعلیم وتربیت بھی ضروری ہے کہ اسے بتایا جائے کہ کام کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے۔ اور اس کے دل میں بھی ایک درد پیدا کیا جائے۔ کہ وہ دل کی گہرائی سے نبی اکرم ﷺ کی غلامی کرے۔ اسکا شرف یہ ہے کہ فرمایا جو بھی اس نیت سے، اس ارادہ سے، کسی اللہ کے بندے کی بیعت کرتا ہے تو گویا وہ اپنے ہاتھ دست قدرت میں دے رہا ہے۔ اور اسکے ہاتھوں پر اللہ کا دست قدرت ہے۔ اب اگر یہ اتنی عظیم بات ہے تو فرمایا فَمَنْ نَّکَثَ جس کسی نے بیعت توڑی فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ٥ اس نے اپنے آپ کو تباہ کر دیا۔ اب مزید اسکی بربادی کے لئے کسی دوسرے کام کی ضرورت نہیں ہے۔ ظاہر ہے جب کوئی یہ معاہدہ توڑے گا جو اس مشن کو جو اتباع رسالتؐ کے لئے چل رہا ہے۔ یا اس فرد کو جس کی زندگی اتباع رسالتؐ کی شمع جلانے کیلئے وقف ہو۔ اسکے مشن کو، اس ذات کو، نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اور جو اللہ کے بندوں کو، یا اللہ کے کام کو، یا رسول اللہ ﷺ کے دین کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ اس نے اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ٥ جو توڑے گا، اس نے اپنے آپ کو توڑ پھوڑ دیا۔ تباہ کر دیا۔ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ٥ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ٥ اور جس نے وفا کی بیعت کرنے کے بعد جو ذمہ داری اللہ نے اس عہد کے بدلے اس پر ڈالی تھی۔

اسے پورا کیا۔ فینو تیہ اجرا عظیما ○ اللہ اسے اتنا اجر دے گا۔ جسے اجرِ عظیم تو آپ کہہ سکتے ہیں۔ بہت بڑا تو کہہ سکتے ہیں لیکن آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ وہ کتنا بڑا ہے۔ انسانی علم اور انسانی عقل اسکی عظمت، اسکی بڑائی، جتنا اجر اُسے ملے گا۔ اسکی تعداد یا گنتی گننے سے قاصر ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ بہت بڑا اجر ملے گا۔ یہ ماہ محرم کا پہلا جمعہ ہے، تو بیعت توڑنے کی ایک مثال حضرت حسینؓ کے ساتھ میدان کربلا میں کوفیوں نے بھی کی۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب اقتدار و سلطنت یزید کو ملی بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت کی۔ ان میں اچھے لوگ بھی تھے، صحابہ بھی تھے یہ الگ بات ہے کہ شاید جن لوگوں نے بیعت کی۔ ان تک وہ حقیقت نہ پہنچی ہو جو حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے مسلمانوں کی حکمرانی کا حق سونپا جائے۔ حاکم مدینہ کو یزید نے حکم دیا کہ حضرت حسینؓ سے ضرور بیعت لی جائے۔ آپؓ مدینہ منورہ سے رخصت ہو کر مکہ المکرمہ چلے گئے مکہ یزید کی عملداری میں نہیں تھا۔ حضرت عبداللہؓ ابن زبیرؓ نے مکہ مکرمہ میں الگ خلافت قائم کر لی تھی، الگ سلطنت بنا لی تھی، حضرت عبداللہؓ بن زبیر حضرت زبیرؓ کے فرزند اور وہ بچے تھے جو ہجرت مدینہ منورہ کے بعد مہاجرین کے گھر پہلا بچہ پیدا ہوا۔ ہجرت مدینہ منورہ کے بعد کم وبیش دو سال تک کسی مہاجر کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا، تو یہود نے یہ مشہور کر دیا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے اور یہ جو لوگ آئے ہیں اور یہ نئے دین کی باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اللہ کا رسولؐ ہے یہ سارے لاولد مر جائیں گے۔ ہم نے ایسا جادو کر دیا ہے تو اس پراپیگنڈے کے جواب میں جب حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو خود نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور انہیں جو سب سے پہلی گھٹی دی گئی

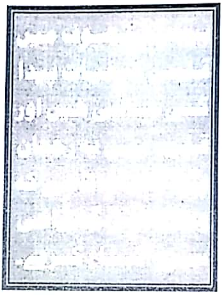

وہ حضور کا لعاب مبارک تھا اور آپ ﷺ بنفس نفیس تشریف لے گئے یہ اُن کی عظمت ہے کہ ان کی پیدائش پر رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے گئے اور اپنے لعاب مبارک کی گھٹی ان کے منہ میں ڈالی۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں الگ خلافت قائم کر لی۔ اور یہ خلافت یزید کی زندگی میں بھی رہی یزید کے بعد مروان حکمران ہوا ۔ اسکی زندگی میں بھی رہی۔ مروان کے بعد اس کا بیٹا عبدالملک بن مروان جب سریرائے سلطنت ہوا تو اس زمانے میں حجاج بن یوسف نے اموی حکمرانوں کی طرف سے مکہ مکرمہ پر حملہ کر کے حضرت ابن زبیرؓ کو گرفتار کیا۔ شکست دی اور عین حرم کعبہ میں جنگ ہوئی۔ حضرت زبیرؓ لڑتے ہوئے جس جگہ اب موذن کا مقام بنا ہوا ہے بیت اللہ سے اس طرف آپ لڑتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ شہید ہوئے اور آپؓ کے جسد مبارک کو کئی دن سولی پر لٹکائے رکھا گیا۔ آپؓ ابوبکر صدیقؓ کے نواسے بھی تھے اور حضرت زبیرؓ کے فرزند تھے اور ان کی والدہ اس وقت حیات تھیں اور مکرمہ۔ مکرمہ میں تھیں۔ جو ابوبکر صدیقؓ کی بیٹی تھیں۔ عائشہ صدیقہؓ کی بہن تھیں تو تین دن تک ان کے وجود اطہر کو شہادت کے بعد سولی پر لٹکا دیا گیا تو وہ وہاں سے گزریں تو جنت المعلیٰ کے پاس سولی لگی ہوئی تھی اور عام لوگ دیکھ رہے تھے تو وہ گزریں اور انہوں نے بیٹے کا وجود اطہر دیکھا تو فرمایا ابھی تک یہ خطیب ممبر سے نہیں اترا۔ سولی پر لٹکنے کو بھی انہوں نے ان کا اعلان حق قرار دیا کہ اگرچہ میرا بیٹا شہید ہو کر اس کے بعد بھی سولی پہ لٹکا ہوا ہے لیکن کسی نامناسب یا غیر موزوں شخص کی اطاعت کرنے سے اس کا وجود بھی انکار کر رہا ہے اور یہ وہاں کھڑا ہوا بھی خطبہ دے رہا ہے انسانیت کو بتا رہا ہے۔ کہ اطاعت صرف نیکی کی ہوتی ہے، بھلائی کی ہوتی ہے، اطاعت اللہ کی ہوتی ہے اللہ کے رسول کی ہوتی ہے۔ اللہ کے احکام کی ہوتی ہے کوئی اس کے مقابلے میں جو حکم دے گا۔ اللہ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی

اطاعت نہیں کی جائے گی تو حضرت حسینؓ بھی مکہ مکرمہ تشریف لے گئے لیکن حضرت مسلم بن عقیل کو اپنا سفیر بنا کر کوفہ بھیج دیا۔

حضرت حسینؓ کا آبائی گھر کوفہ تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، وہاں رہے اپنی حویلی تھی، اپنا گھر تھا۔ کوفے والوں کی اکثریت نے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر حضرت حسینؓ سے اس بات پر بیعت کی کہ اگر آپ یزید سے بیعت نہیں کریں گے تو ہم آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ ہم آپؓ کے ساتھ ہیں جو فیصلہ آپ کریں گے ہم آپؓ کے ساتھ ہیں آپؓ نواسہ رسول ہیں۔ اور آپؓ کا حق پر ہونا کسی دوسرے کی نسبت زیادہ واضح ہے اور حضرت مسلم بن عقیل کا یہ پیغام کہ یہاں ہزاروں لوگوں نے میرے ہاتھ پر آپؓ کی بیعت کر لی ہے۔ یہ بھی ایک سبب بنا حضرت حسینؓ کے مکہ مکرمہ سے کوفہ جانے کا۔ حالانکہ آپؓ کو اکابر صحابہ نے، اور خود حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے بھی روکا۔ آٹھ ذوالحجہ کو جب حج شروع ہونے والا تھا تو حضرت ابن زبیرؓ کی اور حضرت حسینؓ کی ملاقات ہوئی، تاریخ میں موجود ہے حرم کعبہ میں انہوں نے عرض کی کہ نواسہ رسولؐ ان پر بھروسہ نہ کیجئے۔ ان کی بیعت کا اعتبار نہیں ہے۔ لیکن بھلے لوگوں کا بھلا مزاج ہوتا ہے اور اُن کی سوچ بھلی ہوتی ہے۔ وہ اپنی نظر سے دیکھتے ہیں۔ منافق کا یا بدکار کا اپنا ایک مزاج ہوتا ہے۔ وہ کرتا کچھ ہے۔ سوچتا کچھ ہے اور دیکھتا کسی اور نظر سے ہے۔ لیکن جو بندہ کھرا ہوتا ہے۔ سیدھا ہوتا ہے، دیانتدار ہوتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ کیوں اگلا بددیانتی کرے گا۔ یہ بات حضرت حسینؓ کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کہ مجھ سے بیعت نہ کرے کوئی میرا ان پر زور تو نہیں چل رہا۔ میرے پاس کوئی حکومت نہیں، اقتدار و اختیار نہیں۔ کیوں میری بیعت کر رہے وہ جب حق کا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو ان پر اعتبار تو کرنا چاہئے۔

وہ زمانہ پیدل، گھوڑے یا اونٹ پر سفر کا تھا۔ اگر حضرت حسینؓ لڑائی کے ارادے سے نکلتے تو آٹھ ذوالحجہ کو سارا عالم اسلام مکہ مکرمہ میں جمع تھا۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ نواسہ رسولؐ اعلان فرماتے تو حاجیوں کی اکثریت ان کے ہمرکاب نہ چلتی۔ وہ جنگ نہیں چاہتے تھے۔ اصلاح چاہتے تھے۔ ان کی اپنی شرائط تھیں کہ اگر حکومت یزید کو کرنی ہے تو پھر ان حدود کے اندر اتباع رسالتؐ کے اندر، احکام شریعت کے اندر، اپنے آپ کو پابند کرنا ہوگا۔ یا اسے حکومت چھوڑنا پڑے گی۔ اگلی جگہ ہم کسی اور کو لے آئیں گے۔ ایسی بات نہیں تھی کہ حضرت حسینؓ حکومت چھیننا چاہتے تھے۔ حضرت حسینؓ سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ انہوں نے یہ دعوٰی کیا ہو کہ حکومت میرا حق ہے یا میں حکومت کے لئے لڑنے چلا ہوں۔ یا یہ دعوٰی بھی کیا ہو کہ میں لڑائی کی غرض سے جا رہا ہوں۔ نہیں، وہ اصلاح کے طالب تھے کہ مسلمانوں پر حکومت وہی شخص کرے گا جو پہلے خود کو اتباع رسالتؐ کی حدود کے اندر پابند کرے گا۔ اور جو اپنی مرضی کے احکام جاری کرے گا وہ مسلمانوں کا حکمران بننے کے لائق نہیں۔

ہماری بعد کی باتوں نے واقعہ کربلا کو حقیقت سے زیادہ افسانوی رنگ دے دیا اور ایک الف لیلوی داستان بنا دی۔ اب جو کچھ روزمرہ کی باتوں میں ملتا ہے۔ عام مولوی یا عام ذاکر تقریریں کرتا ہے تو اُس سے تو یوں سمجھ آتی ہے کہ یہ پتہ نہیں واقعہ ہوا بھی ہے کہ نہیں ایسا افسانوی رنگ اسے دے دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے حق یہ ہے کہ حضرت حسینؓ حکومت کے طالب نہیں، اصلاح کے طالب اور داعی ضرور تھے۔ حکومت کسی کے پاس بھی ہو اسے پابند ہونا پڑے گا۔ سنت پیامبر ﷺ کا۔ اور کسی کی اپنی مرضی مسلمانوں پر نہیں چلے گی۔ صرف اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی مرضی ہی چلے گی چنانچہ آپ اُسی بھروسے پر چل نکلے

مختلف منازل تھیں کم از کم پچیس دن کا فاصلہ تھا اور وہ منازل آج بھی موجود ہیں۔ مکہ مکرمہ بھی موجود ہے کوفہ بھی موجود ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ وہ جو راستہ سواری کا تھا اسی راستے پر اب سڑک بن گئی ہے اور اب بھی چل کے دیکھا جا سکتا ہے کہ اس فاصلے کے لئے کتنا وقت چاہیے چونکہ آپؓ کے ہمراہ خواتین تھیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کی پاک دامن بیبیاں تھیں۔ بچیاں تھیں۔ خاندان کے لوگ تھے۔ اور غلاموں سمیت آپؓ کے احباب اور آپکے فرزندان اور آپکے خاندان کے مردوں کی تعداد بہتر ۷۲ تھی جو کربلا میں شہید ہوئی یہ کوئی فوج نہیں تھی۔ اک خاندانی قافلہ تھا۔ راستے میں آپ کو یہ خبر ملی۔ یہ بڑی عجیب بات اور تاریخی حقیقت ہے کہ کوئی فوج باہر سے کوفہ نہیں بھیجی گئی۔ دمشق مرکز تھا اور یزید کا دارالسلطنت تھا۔ دمشق سے کوئی فوج کوفہ نہیں بھیجی گئی۔ کوئی لشکر نہیں بھیجا گیا۔ گورنر کوفہ کو تبدیل کر کے ابن زیاد کو گورنر بنا دیا گیا۔ اور یزید نے اُسے حکم دیا کہ تم جا کر کوفے کے حالات سنبھالو۔ میں نے سنا ہے کہ کوفے والے حضرت حسینؓ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اور وہ میری مخالفت کرنا چاہتے ہیں۔ اب ایک شخص کے آنے سے جو تبدیلی آئی، اس کی پہلی تقریر کے اقتباسات تاریخ میں موجود ہیں۔ اس نے کوفہ میں تقریر کی اور اُس نے کہا کہ مجھے یہ لگتا ہے کہ جیسے سروں کی فصل پک کر تیار ہو چکی ہے اور اسی کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہے۔ تو جو کوئی بھی یزید کی مخالفت کرے گا وہ سمجھے کہ اُس کا سر کٹ چکا۔ اُس ایک تقریر کے بعد جو لوگ ہزاروں کی تعداد میں حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ وہ لوگ مسلم بن عقیل کو ڈھونڈنے لگ گئے۔ تلاش کرنے لگ گئے۔ کہ انہیں گرفتار کرایا جائے۔ سب نے ایک دھمکی پر بیعت توڑی اور نہ صرف بیعت توڑی بلکہ جو وکیل تھا حضرت حسینؓ کا حضرت مسلم بن عقیل انہیں گرفتار کرانے کے لئے تلاش کرنے لگے اور بالآخر انہیں گرفتار کروا دیا اور انہیں شہید کر دیا گیا۔ کچھ چند منازل کوفے سے آپؓ باہر تھے۔ حضرت حسینؓ کو یہ اطلاع ملی کہ کوفے والوں نے واقعی بیعت توڑ دی۔ خلاف ورزی کی اور عہد نہیں نبھایا حتیٰ کہ حضرت مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اُس وقت بھی آپؓ نے اپنے دوستوں کو، احباب کو، جمع کر کے آپؓ نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا دیکھو کوفہ میرا گھر ہے میں اپنے گھر جاؤں گا۔ یزید کو بات کرنا ہوگی۔ میں خود یزید سے بات کروں گا۔ میں اُس کو بتاؤں گا کہ اس شرط پہ بات ہو سکتی ہے یا وہ اپنے آپ کو بدل لے یا میں بیعت نہیں کروں گا۔ اس میں خطرہ بھی ہے کہ کوئی میری بات نہ سُنے مجھے یزید تک پہنچنے سے پہلے کوئی شہید کر دے۔ میرے ساتھ جو لوگ ہوں اُن کی جانوں کو بھی خطرہ ہے۔ لہذا تم میں سے جو کوئی واپس جانا چاہے میں اُس پر راضی ہوں۔ تم واپس جا سکتے ہو۔ لیکن میرا چونکہ وہاں گھر ہے میں ضرور جاؤں گا اُن میں سے کوئی واپسی پہ تیار نہ ہوا۔

> **جب حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے تو خود نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے اور انھیں جو سب سے پہلی گھٹی دی گئی وہ حضور کا لعاب مبارک تھا**

میدان کربلا جو ہے یہ مکہ مکرمہ اور کوفے کے راستے میں نہیں آتا۔ یہ کوفے سے دمشق کے راستے میں آتا ہے۔ آپؓ کوفے سے تین منازل ابھی باہر تھے کہ وہی لشکر، وہی لوگ، جنہوں نے آپؓ سے بیعت کی تھی وہ یزید کا لشکر بن کر وہاں پہنچ گئے اور آپؓ کا مقابلہ کرنے کے لئے صف آرا ہو گئے اور مطالبہ کرنے لگے کہ آپؓ ہمارے ہاتھ پر، گورنر کا نمائندہ اس کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کیجئے۔ آپؓ نے فرمایا تم عجیب لوگ ہو کل تک تو تمہاری بیعت میرے ساتھ تھی آج نہ صرف اُسی بیعت سے منحرف ہو رہے ہو۔ مجھ سے بیعت کرنے کا مطالبہ کر رہے ہو۔ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ میں نواسہ رسول ﷺ ہوں۔

میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کا جگر گوشہ ہوں۔ میں حضرت فاطمہؓ کا فرزند ہوں۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دوش مبارک پہ کھلایا ہے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ کہ تم مجھ سے بیعت کا مطالبہ کرو۔

اگر یزید کے پاس حکومت ہے تو میں خود یزید سے بات کروں گا۔ اُس کے بعد فیصلہ ہوگا کہ میں بیعت کرتا ہوں یا نہیں کرتا ہوں۔ میں حکمران سے بات کرلوں گا تم کون ہوتے ہو؟ چنانچہ وہاں یہ طے ہوا کہ بہتر ہے کہ آپؓ دمشق چلیں۔ آپؓ یزید سے بات کریں۔ اُسی تیسری منزل سے کوفے کو چھوڑ کر جسے آج کی اصطلاح میں بائی پاس کہتے ہیں۔ جس طرح اب شہروں کے باہر سڑکیں بن رہی ہیں۔ جی بائی پاس بن گئے اس سے مراد ہوتی ہے کہ شہر کے ایک طرف سے نکل جانا۔ کوفے کو بائی پاس کرتے ہوئے آپؓ دمشق کی جانب چل پڑے اور لشکر کوفیوں کا، حکومت کا، گورنر بھی اور وہ جو نمائندہ وہاں تھا لشکر کا امیر وہ بھی ساتھ تھا۔ آپؓ چلتے چلتے کربلا میں پہنچے۔ کربلا منزل تھی کوفے سے دمشق جانے والی سڑک پر۔

اس واقعہ پر میں نے پہلے کہا کہ بڑے افسانوی رنگ چڑھائے گئے ہیں اور اس سے حقیقت کو تلاش کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ چودہ صدیوں کی تہہ اس پہ چڑھ چکی ہے ہر لکھنے والے اور ہر کہنے والے نے کہا بھی ہے اور لکھا بھی ہے۔ اور ہر ایک نے اپنا اپنا لکھا ہے اور کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اس سارے بحرِ ذخائر میں بہت محنت کی جائے تو تلاش و بسیار کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جب کربلا پہنچے تو آپؓ نے پھر وہاں ایک خطبہ دیا۔ اور اہل کوفہ سے بات کی اور انہیں فرمایا تم عجیب لوگ ہو کہ میں تو صرف اللہ کے دین کی اور سنت رسول ﷺ کی بات کرتا ہوں۔ اور اس بات پر تم نے مجھ سے عہد بھی کیا

> جس جگہ اب موذن کا مقام بنا ہوا ہے بیت اللہ سے اس طرف حضرت زبیرؓ لڑتے ہوئے گرفتار ہوئے، شہید ہوئے اور آپؓ کے جسد مبارک کو کئی دن سولی پر لٹکائے رکھا گیا

پھر تم نے مجھے خط لکھ لکھ کر بلوایا تم نے خطوں میں یہ لکھا کہ تم نواسہ رسول ہو، وارث پیامبر ہو، اور ایک ایسا شخص سریرائے خلافت ہوگیا جو خلافت کیلئے موزوں نہیں ہے جو اپنی مرضی چلاتا ہے اور اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈال رہا ہے۔ اگر آپ نہ آئے تو ہم روزِ حشر آپ کا دامن پکڑیں گے اور آپ کو رسول ﷺ کے سامنے لے جائیں گے اور شکایات کریں گے کہ یہ ہماری رہنمائی فرماتے تو ہم لڑتے یہ آپ کے جگر گوشے تھے۔ انہوں نے ہمت ہی نہیں کی۔ ہم کیا کرتے؟ ہم نے تو انہیں دعوت دی تھی۔ کل تک تمہاری یہ بات تھی، آج تم مجھے کہتے ہو کہ میں تمہارے ہاتھ پر یزید کی بیعت کروں اور آپؓ نے انہیں ان کے خطوط دکھائے۔ فرمایا جو خط تم نے مجھے لکھے تھے۔ وہ سارے میرے پاس ہیں اور تاریخ میں موجود ہے کہ گھوڑے کی خرجین ان خطوط سے بھری ہوئی تھی۔ اس زمانے میں گھوڑوں پر، زین کے اوپر، رکھتے تھے۔ جس کے دونوں طرف خانے ہوتے تھے اسے خرجین کہتے تھے۔ کوئی ڈاک، یا خط کاغذات ہوتے تو اس میں رکھا کرتے تھے۔ فرمایا میری یہ خرجین تمہارے خطوں سے بھری پڑی ہیں۔ اس خطبے کے بعد یہ افسانے ہیں جو دس دن کے بنائے گئے ہیں۔ ورنہ آپؓ اگر آٹھ ذوالحج کو بھی روانہ ہو جائیں جبکہ آٹھ ذوالحج کو تو روزانہ ہونے کو دل نہیں مانتا جبکہ آٹھ ذوالحج کو لوگ منیٰ کی طرف جاتے ہیں تو حضرت حسینؓ کو کون سی جلدی تھی کہ وہ کوفے کو روزانہ ہو جاتے اگر آٹھ کو منیٰ تشریف لے جائیں تو تیرہ کو فارغ ہو کر چودہ کو نکل سکتے تھے اور چودہ کے بعد اگر پچیس جمع کئے جائیں تو کہیں محرم کے عشرے کے بعد تو وہ کربلا پہنچتے ہیں۔ اگر پچیس دن راستے کے شمار کئے جائیں اور آٹھویں کو بھی چلیں تو پھر بھی پچیس اور آٹھ ۳۳ بنتا ہے پھر تین محرم کو وہاں پہنچتے ہیں لیکن آپ تین کو بھی نہیں پہنچے کیونکہ آٹھ کو نکلے ہی نہیں عشرہ محرم کی کسی آخری تاریخ میں پہنچے تھے اور وہاں کوئی لمبا

مباحثہ نہیں ہوا تھا آپ نے قیام فرمایا آپ کے راستے کی منزل تھی اپنے خیمے لگائے۔ اہل کوفہ نے پھر بات کرنا چاہی جی آپؓ ہمیں دمشق کیوں لے جانا چاہتے ہیں۔ آپ بیعت کر لیں۔ جھگڑا ختم ہو جائے آپ نے فرمایا تمہیں یہ بات کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کل تک مجھے دعوت نامے بھیج رہے تھے کہ اللہ کا دین خطرے میں ہے اور ایک ایسا آدمی سریرائے خلافت ہو گیا جو خلافت کے لئے موزوں نہیں ہے اور اسکے بعد جو آئے گا وہ اس سے بھی بڑھ کر ہو گا۔ اور دین تباہ ہو جائے گا۔ مسلمانوں کی ریاست تباہ ہو جائے گی۔ مجھے خط لکھ لکھ کر بلایا اور آج مجھے کہتے ہیں کہ اس شخص کی اسی حال میں بیعت کرلوں جبکہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں اس سے جا کر بات کروں گا۔ وہ مجھ سے اونچے درجے کا آدمی نہیں ہے بے شک اس کے پاس حکومت ہے۔ میں اس سے بات کر کے فیصلہ کروں گا۔ جب اہل کوفہ نے وہ خرجین اور اپنے خط دیکھے تو اپنے کیمپ میں آکر انہوں نے یہ سوچ لیا کہ اگر اس بندے کو لیکر ہم یزید کے دربار میں گئے اور اس نے یہ خرجین یزید کے سامنے پھینک دی یہ بیعت کریں گے یا نہیں کریں گے، وہ انہیں قید کر دے گا یا شہید کر دے گا۔ وہ خلافت چھوڑ دے گا یا یہ خلیفہ بن جائیں گے اس سے بحث نہیں یہ ہمارے خطوط دیکھ کر ہمارے سر کٹوا دیئے جائیں گے سیدھی سی بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کا کیا فیصلہ ہو گا؟ یا یزید کے ساتھ کیا بنے گی؟ اس بات کو چھوڑ دو۔ جتنے سردار تھے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ ہر ایک نے دس دس یا پندرہ پندرہ خط لکھے وہ کہنے لگے کہ یہ تمہارے خطوط اگر حضرت حسینؓ نے یزید کے سامنے رکھ دیئے تو ہمارے لئے جائے پناہ نہیں ہو گی۔ ہم قتل کر دیئے جائیں گے لہذا اس سے پیشتر کو نواسہ رسول کو ہم دمشق لے جائیں یہ قصہ یہیں ختم کرو۔ یہ خط چھینو۔ کسی نہ کسی

> **اطاعت صرف نیکی کی ہوتی ہے، بھلائی کی ہوتی ہے۔ اطاعت اللہ کی ہوتی ہے اللہ کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت نہیں کی جائے گی**

طریقے سے انہیں جلا ڈالو انہیں تباہ کر ڈالو یہ چھینو، تب تمہاری زندگی بچ سکتی ہے اور یہ میدان کربلا میں جنگ کا سبب بن گیا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کا سبب بن گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ نواسہ رسولؐ نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہئے تھا۔ انہوں نے احقاقِ حق کی وہ قیمت ادا کی جو رہتی دنیا تک مثال رہے گی۔ اسلئے کہ ان کے پاس جو سرمایہ تھا وہ دنیا و مافیہا سے قیمتی تھا۔ ان کے ساتھ گھر کا ایک ایک فرد جو تھا وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا خون پاک تھا۔ وہ گلشن نبوت ﷺ کے پھول تھے وہ خاندان رسالت ﷺ کے چشم و چراغ تھے۔

اب ایک بڑا عجیب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اقتدار کی جنگ تھی تو حضرت حسینؓ اپنی جان تو دیتے جو لوگ اقتدار کے خواہش مند ہوتے ہیں اُن کے دو ہی راستے ہوتے ہیں یا وہ اقتدار پا لیتے ہیں یا جان ہار جاتے ہیں۔ لیکن خاندان نبوت ﷺ کی قربانی اور معصوم بچوں تک کو شہید کروا دینا اور گھر کے ایک ایک فرد کو، بچوں کو، جوانوں کو، بوڑھوں کو، سب کو سر میدان شہید کروا دینا اس کی جرات انہیں کیسے ہوئی۔ کیا انہوں نے نہیں سوچا ہو گا کہ نبی علیہ السلام میدان حشر میں مجھ پر سوال کریں گے کہ حسینؓ تو نے اپنی ذات کا فیصلہ تو کر لیا یہ میرے سارے خاندان کو جلا وطنی میں ذبح کرانے کا حوصلہ کہاں سے لیا؟ جب تو یہ دیکھ رہا تھا کہ اگر میں نہیں مانوں گا تو ان سب کو ذبح کر دیا جائے گا اور ایک مسلح فوج ہے اور یہ بہتر (۷۲) لوگ ہیں جن میں کچھ غلام ہیں، کچھ احباب ہیں، باقی گھر کے افراد ہیں، تو یہ سارے تہہ تیغ کر دیئے جائیں گے۔ تو کیا تو نے میرے خاندان کا نام و نشان مٹانے کا ٹھیکہ لے لیا تھا۔ یقیناً ایک ہی جواب ہو گا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کی سنت بچتی تھی یا آپ ﷺ کا خاندان۔ میں نے آپ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کے اتباع کو آپ ﷺ کے

خاندان پر ترجیح دے دی۔

آج محرم پر بڑا حسین حسین کا شور ہوتا ہے۔ فوج کو مصیبت پڑی ہوئی ہے کہ محرم کی مجالس ہوتی ہیں۔ لیکن آج رسول اللہ ﷺ کی کتنی سنتیں ہیں۔ جن پر ہم عمل کر رہے ہیں۔ آج ہماری زندگی کتنی اسلامی ہے اور کتنی غیر اسلامی، آج اگر اللہ کسی کو حسین بنا کر بھیج دے تو اُسے میرے خیال میں ہر گھر میں یزید نظر آئے، آج تو کوئی ایسا خاندان، کوئی ایسا کنبہ، کوئی ایسا شہر، کوئی ایسا قصبہ، نہیں ملتا جہاں کا ایک عام ادنیٰ آدمی سنت تو سنت فرائض کو پامال نہ کر رہا ہو۔ یہاں تو رمضان المبارک میں ایک دو ٹکے کے آدمیوں نے ہوٹل کھول رکھا ہوتا ہے اور اسے کوئی منع کرنے والا نہیں، یہاں فرائض کو اور قرآن کے صریح احکام کو اس طرح پامال کیا جاتا ہے کہ کسی کو شرم تک نہیں آتی اور کوئی روکنے والا نہیں۔ اے کاش! ہم نیا شور کرنے کی بجائے اُس درد کو آواز دیتے جس نے حضرت حسینؓ کے دل کو بیقرار کر دیا تھا۔ اور اس کا کوئی ایک ذرہ ہمیں نصیب ہو جائے۔ ہم کچھ نہ کر سکتے یہ کہہ تو سکتے کہ لوگو! سنت رسولﷺ پر عمل کرو، ہم کم از کم اپنے آپ سے تو اللہ کا دین منوا لیتے، اپنے آپ کو تو دین پر کاربند کر لیتے، لیکن ہم نے اسے بھی تماشہ بنا دیا۔ کچھ لوگوں نے اسی نام پر خلاف اسلام رواج اور طریقے بنا لئے جن جن چیزوں سے روکنے کیلئے حضرت حسینؓ نے قربانی دی تھی انہی کاموں کو رواج دینے کے لئے حتیٰ کہ پیشہ ور عورتوں نے، گانے بجانے والیوں نے، کنجروں نے علم نکال لئے اور حسینؓ حسینؓ کرنا شروع کر دیا۔ کیسی عجیب بات ہے۔ کیا حضرت حسینؓ پر ایک اور ظلم نہیں کہ ان کے نام پر بے حیائی اور بے دینی کو رواج دیا جائے اور دوسروں نے بندوق اٹھالی ہم لوگوں کی اصلاح

> **مسلمانوں پر حکومت وہی شخص کرے گا جو پہلے خود کو اتباع رسالتؐ کی حدود کے اندر اپنے آپ کو پابند کرے گا اور جو اپنی مرضی کے احکام جاری کرے گا وہ مسلمانوں کے حکمران بننے کے لائق نہیں**

کر رہے ہیں اسے بھی قتل کر دو اس پر بھی بم پھینک دو۔ کیا حضرت حسینؓ لوگوں کی تباہی اور قتل و غارت کیلئے نکلے تھے۔ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ ہم سراہنے کے قابل کوئی بھی نہیں رہا۔ ایک طبقے نے اسی واقعہ کو بہانہ بنا کر اتنی رسومات کو رواج دیا کہ جہاں سنت نام کی کوئی چیز تلاش کرنے سے نہیں ملتی اور ہر رسم اور ہر رواج کسی سنت کو ڈھا کر اس کے کھنڈروں پہ تعمیر کیا جاتا ہے اور دوسروں نے جنہوں نے سنت کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے کہا بندوق اٹھا لو اور جو نظر آتا ہے اسے کوئی سے اڑا دو نہ ادھر حسینیت رہی نہ ادھر حسینیت رہی۔ حضرت حسینؓ کا تو پیغام یہ تھا کہ گھر لٹ جائے، خاندان ذبح ہو جائے، جان چلی جائے، سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی نہیں چھوڑی جا سکتی۔ آج ہم تلاش کریں تو ہمیں جگہ جگہ کوفیوں کا کردار نظر آتا ہے۔

آج ایسا دور آ گیا ہے کہ جو بیعت کرتا ہے اس پر کوئی اعتبار کے قابل نہیں رہا اور جو نہیں کرتا...... جو کرتا ہے وہ اس سے بھی گیا گزرا ہے چند ٹکوں کے لئے، وقتی شہرت کیلئے، ہاتھ پاؤں چومانے کیلئے، لوگ مرتد ہوتے جا رہے ہیں۔

یاد رکھیں بیعت توڑنے والے کو مرتد طریقت کہا جاتا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کسی ولی اللہ سے بے وفائی کرنا اور بیعت توڑنا کفر تو نہیں ہے لیکن ایسے لوگ مرتے عموماً کفر پر ہی ہیں۔ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ یہ کوفیوں کا کردار ہے کہ راہ حق کے مسافروں کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں دنیوی مفاد کیلئے، اپنے اقتدار کیلئے، اور اسی وقتی مفاد پرستی کا شکار کیسے کیسے عظیم لوگ ہو گئے لیکن کیا حضرت حسینؓ کا پیغام مٹ گیا، کیا عبد اللہ ابن زبیرؓ کا پیغام مٹ گیا؟ نہیں، مٹانے والے مٹ گئے لیکن جان دینے والوں نے اپنے خون جگر سے وہ پیغام پتے پتے پہ لکھ

دیا جسے سارا چمن جانتا ہے اور قیامت تک حق اور باطل کو الگ الگ کر دیا۔ ہم خواہ کسی کی غلامی کرتے رہیں آج کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر۔ یہ ہر بندہ جانتا ہے بے شک حکمرانوں کی خوشامد کرتا رہے، امریکہ کی کرتا رہے، لیکن اندر سے جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے اور میں اس کا ساتھ دے رہا ہوں۔ ڈر کے دیتا ہے، لالچ میں دیتا ہے، پیغمبر ﷺ کے پاک خون نے یہ بات اتنی واضح کر دی۔ خاندان نبوت کی رگوں میں وہی پاک خون دوڑ رہا تھا جو محمد رسول اللہ ﷺ کا خون تھا جو حضرت فاطمہؓ کے وجود مسعود کا خون تھا۔ وہی حضرت حسینؓ کے وجود میں تھا۔ وہی ان کے سارے خاندان میں تھا، خون رسالت نے ورق دہر پر لکھ دیا۔ کہ حق یہ ہے اور باطل یہ۔ یزیدیت کیا ہے؟ احکام الٰہی کے مقابلے میں اپنی مرضی کرنا یزیدیت ہے۔ اور اتباع رسالت کیلئے جان دے دینا حسینیت ہے آج اگر اپنے آپ کو تلاش کریں تو اپنے اندر حسین تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنے اندر یزید ملتا ہے حسین نہیں ملتا۔ ہم اپنے آپ کو اگر دیکھیں تو ہم اللہ کے دین کی خلاف ورزی معمولی بات پہ کر لیتے ہیں ایک دکاندار کے پاس چار گاہک آ جائیں وہ نماز چھوڑ دیتا ہے گاہک نہیں چھوڑتا۔ چند ٹکے کہیں سے مل رہے ہوں حرام کے ہوں ہم لے لیتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے، اللہ کے دین کا لحاظ نہیں کرتے، یہی تو یزیدیت ہے تو آج سب سے بڑا معرکہ یہ ہے کہ اپنے سینے کو کربلا سمجھو۔ یہاں یزید بھی ہے، حسین بھی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ ہر سینے میں کربلا بچی ہوئی ہے ہم دوسروں کو چھوڑ دیں میں اپنے سینے میں، آپ اپنے سینے میں جھانکیں۔ اپنے اندر تو پہلے کوئی حسین پیدا کر لو۔ پھر کسی سے بات کرنا کہ تم حسینؓ کا اتباع نہیں کر رہے۔ تم حسینؓ کی عظمت کے قائل نہیں ہو اور اگر آپ کے اپنے اندر خدانخواستہ یزید بیٹھا ہے تو زبان سے حسین کہنے سے کیا ہوگا کردار یزید کا اپنا لو۔ دین کی مخالفت شروع کر دو، جھوٹ بولنا شروع کر دو، لوگوں کی عزتیں لوٹنا شروع کر دو۔ لوگوں کا مال کھانا شروع کر دو اور حسینؓ حسینؓ کرتے رہو تو یہ تو دوہری منافقت ہے اور اس پہ تو عذاب بھی بڑھتا چلا جائے گا۔ اس پہ تو اللہ کی ناراضگی ہی بڑھے گی اور رسوائی ہوگی۔ دنیا میں بھی ایسے لوگ، رسوا ہوتے ہیں۔ موت کے وقت بھی رسوا ہوتے ہیں قبر میں بھی رسوا ہوں گے میدان حشر میں بھی رسوا ہوں گے کربلا تو ایک راستہ ہے بارگاہ رسالت کا اور حسینؓ زاد سفر ہے۔ اگر کوئی بارگاہ رسالتؐ میں جانا چاہتا ہے ہر سفر کیلئے کچھ اسباب چاہیں میری نظر میں تو حضرت حسینؓ، زاد سفر ہیں اور کربلا راستہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک فیصلہ کرتا ہے اور دن میں کئی کئی بار کرتا ہے یہ کام کرنا ہے یا نہیں کرنا، میدان حشر ہوگا کوئی نئے فیصلے نہیں ہوں گے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہر ایک کو اس کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا اور اللہ فرمائے گا اِقْرَاْ کِتٰبَکَ o اپنا اعمال نامہ پڑھ لے۔ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا o تو اپنا آپ ہی بہترین محتسب اور بہترین جج ہے اگر تو نے فیصلے یزیدی لکھے ہیں تو آج بھگت لے۔ حسینی لکھے ہیں تو انعام لے لے۔ یہیں کربلا ہے۔ یہیں فیصلے ہوتے ہیں۔ یہیں حق بھی ہے اور باطل بھی، ہم کس کا ساتھ دے رہے ہیں۔

میرے بھائی! میں سمجھتا ہوں کہ بڑا مجاہد وہ ہے جو کم از کم اپنے وجود سے تو حسینؓ کا ساتھ دے جائے۔ دوسروں پر گولی چلانا، دوسروں پر لاٹھی چارج کرنا اور دوسروں پر فتوے لگانا آسان ہے اس سے پہلے کہ میدان حشر کے ترازو کا سامنا ہو، اپنے آپ کو خود ترازو میں رکھ کر دیکھ لو کہ ہمارے اندر یزیدیت کتنی ہے اور حسینیت کتنی ہے۔ اللہ ہمیں یزیدیت سے پناہ دے ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہمیں جذبہ حسینؓ دے کہ ہم میدان حشر میں سرخرو ہو سکیں۔ آمین

مراقبات ثلاثہ

فرمایا۔ کسی کو ایک ذکر میرے ساتھ نصیب ہو جائے تو اسے مراقبات ثلاثہ تک توجہ مل جاتی ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ کب تک ان کو قائم رکھتا ہے۔

فرمایا۔ کوئی بھی ایک دفعہ پکارے تو اس کی پکار بھی ضائع نہیں جاتی۔ شرط یہ ہے کہ اسے پکارنے میں بنیادی طور پر وہ خلوص، وہ عقیدہ یا وہ درد موجود ہو جو اللہ کو پکارنے کے لئے چاہئے۔ اقتباس از کنز الطالبین

ہم اس پاک وطن پر

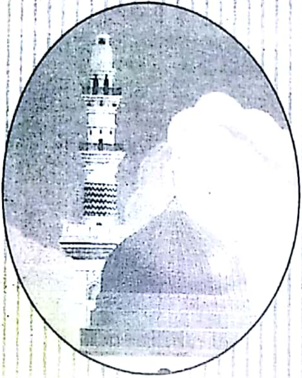

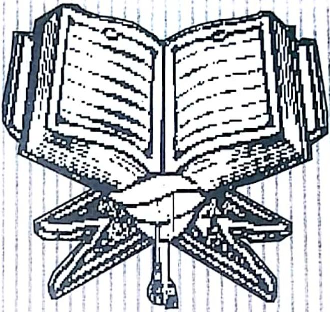

قرآن و سنت

کی حاکمیت چاہتے ہیں

شیخ ناصر شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 617057-611857

تاجران : کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

منافقین کا انجام

یاد رکھیے منافقین کا خطرہ منافقین ہی کے لئے ہوتا ہے منافقین مخلصین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جہاں خلوص ہوگا، جہاں اللہ کی محبت ہوگی، جہاں رضائے باری مقصود ہوگی، جہاں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی الفت ہوگی، وہاں یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے، نہ سلسلے کو پھیلنے سے روک سکتے ہیں، نہ جماعت کو بڑھنے سے روک سکتے ہیں اور نہ ہی نفاذ دین کو روکنے میں کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ یہ ملک بھی باقی رہے گا اور اس پر اسلام نافذ ہوگا اور یہ سلسلہ نفاذ اسلام میں بھی برابر کا بھرپور کردار ادا کرنے والا ہوگا اور اس تبدیلی کا بنیادی سبب بنے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 31/1/03

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ o وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِیْمٍ o

گیارہویں پارے میں سورۃ التوبہ میں یہ آیت کریمہ ارشاد فرمائی گئی۔

ایک عجیب فطرت انسانی ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے بعثت کا اعلان فرمایا، اعلان نبوت فرمایا اور آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو دنیا کا کفر آپ ﷺ کی مخالفت پہ متحد ہو گیا اور تیرہ سالہ مکہ مکرمہ کی حیات طیبہ میں جتنے لوگوں کو نور ایمان نصیب ہوا وہ بڑے مخلص، بڑے کھرے، اور جانفروش تھے۔ اس لئے کہ اُس تیرہ سالہ عرصہ میں قربانیاں دینا پڑیں، جانیں دینا پڑیں، مال نچھاور کرنا پڑے، دکھ اٹھانا پڑے، تکالیف اٹھانا پڑیں۔ مگر جب آقائے نامدار ﷺ مدینہ منورہ وارد ہوئے اور ریاست اسلامی کی بنیاد رکھی تھی اور اسلام بلاد عرب میں پھیلنا شروع ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں شامل ہونے لگے۔

یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا o

فوج در فوج لوگ دین میں داخل ہونے لگے تو اُس میں ایسے لوگ بھی آئے جن کا مقصد دین نہیں تھا، دنیوی مفادات تھے اور بڑے مواقع پر انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دھوکے دیئے بہت مشکل وقت پر بھی دھوکے دیئے۔ عین میدان اُحد میں منافقین اپنے ساتھ اپنے ساتھیوں کو لیکر عین میدان کارزار سے الگ ہو گئے اور طرح طرح کی تکالیف پیدا کیں۔ حتیٰ کہ آقائے نامدار ﷺ کے اہل بیت پر اور خاندان پر بہتان تراشی کی۔ اس لئے کہ یہ وہ لوگ تھے جو زبان سے تو کلمہ پڑھتے تھے اور عجیب بات ہے کہ ان بدنصیبوں کو آپ ﷺ کی صحبت بھی حاصل تھی، نمازیں بھی آپ ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں نصیب ہو جاتی تھیں، روزے بھی رکھتے تھے، مسلمانوں کی طرح بظاہر عبادت بھی کرتے تھے لیکن ان کے مقاصد الگ تھے۔ سو رب جلیل نے ارشاد فرمایا۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ o وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ o ایسے لوگ ہیں جو گردونواح کے دیہات سے آپ ﷺ کے ساتھ دعویٰ ایمان کر کے شامل ہو گئے اور ایسے لوگ اہل مدینہ میں بھی ہیں جو دعویٰ ایمان رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھ عبادات میں شریک ہوتے ہیں۔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ o اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں ان کی منافقت ان کے اندر سے نکلتی نہیں ہے یہ محض دنیوی مفادات کے لئے اس پر اڑے ہوئے ہیں اور فرمایا

لَا تَعْلَمُهُمْ. اے میرے حبیب ﷺ آپؐ کو ان کی خبر نہیں ہوتی یہ اتنے خفیہ طریقے سے کام کرتے ہیں کہ کانوں کان پتہ نہیں چلنے دیتے لیکن ایسی بھی بات نہیں ہے کہ ان کا کسی کو پتہ نہ ہو۔ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ. میں جو رب العلمین ہوں۔ میں سب کو جانتا ہوں ان کی ایک ایک حرکت میرے علم میں ہے اور میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں۔ سنعذبھم مرتین۔ ان کو میں دو دفعہ عذاب دوں گا۔ ایک دفعہ دنیا میں ذلت وخواری ان کے نصیب میں ہوگی۔ دنیا کی پریشانیاں ان کے حصے میں آئیں گی اور ذلیل

ورسوا ہو کر دنیا سے جائیں گے اور آخرت میں دوبارہ آخرت کا عذاب ان کا منتظر ہوگا۔ برزخ میں پھر انہیں عذاب کا سامنا ہوگا۔ دنیا سے جانے کے بعد برزخ کا عذاب ان کا انتظار کر رہا ہوگا۔

ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ ٥ اور پھر روزِ حشر انہیں بہت بڑے عذاب کی طرف ہنکا کر لے جایا جائے گا۔ دو عذاب تو جہنم میں جانے سے پہلے منافقین کے حصے میں آئیں گے۔ دنیا کی ذلت ورسوائی اور اُس کے بعد برزخ کی رسوائی اور اُس کے بعد میدان حشر میں انہیں اللہ کے بہت بڑے عذاب سے گزرنا ہوگا۔ یہ ایک قاعدہ، کلیہ ہے کہ جب تک دین اسلام میں قربانیوں کی گنجائش تھی تب تک جو لوگ آئے اُن کی بات اِسی سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمائی جاتی ہے اس سے پہلی آیت میں وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ ٥ سبقت لے جانے والے مہاجرین اور انصار میں سے یعنی وہ لوگ جو دین میں دوسروں سے سبقت لے گئے اور وہ ایسے کھرے لوگ تھے۔ مکی زندگی میں جنہوں نے ایمان قبول کیا پھر اہل مدینہ جنہوں نے اُن کی نصرت کی اور جب دنیا کی زمین اُن پر تنگ ہو رہی تھی تو انہوں نے اپنے دلوں کے دروازے کھول دیئے اور اُن کے لئے اپنی جانیں حاضر کیں، اپنا مال حاضر کیا، اپنے سامان اُن کے ساتھ بانٹ لئے، یہ ایسے لوگ ہیں کہ قیامت تک جو بھی ان کا اتباع کرے گا اور خلوص سے کرے گا۔ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ٥ جو بھی ان کی پیروی کرے گا اور پورے خلوص دل سے کرے گا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ٥ اللہ اُس پر راضی ہوگا اور اتنا راضی ہوگا کہ وہ کہہ اٹھے گا کہ اے اللہ میں ہمیشہ ہمیشہ تیرے انعام پہ تیرا شکر ادا کرتا رہوں گا۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ٥ اور اُن ہی لوگوں کے لئے جنت پیدا کی گئی ہے، بنائی گئی ہے، جس میں باغات اور نہریں ہیں۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا ٥ وہ لوگ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔

احسان یہ ھے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے تو اللہ کو اپنے روبرو دیکھ رہا ھے اور اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو سکے تو کم ازکم یہ یقین کامل ہونا چاہئیے کہ اللہ تو مجھے دیکھ رہا ھے۔

ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ٥ اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہ وہ لوگ تھے جو ابتدائے اسلام میں خلوص کے ساتھ، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے ساتھ، درد دل کے ساتھ، اور اللہ کی طلب میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہر طرح کی قربانیاں دیں اور اسلام کو قیامت تک کی مخلوق تک پہنچانے کا فریضہ اللہ نے ان سے لیا اور ان کی خدمات اللہ نے قبول فرمائیں۔ قرآن کے امین وہی لوگ ہیں جنہوں نے آئندہ نسلوں تک قرآن کریم پہنچایا۔ جو ہم تک پہنچ رہا ہے نبی اکرم ﷺ کی ایک ایک ادا کے امین یہی لوگ ہیں جو انہوں نے آگے ہم تک پہنچائیں، اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم آنے والی نسلوں تک پہنچائیں اور یہ لوگ۔ بِاِحْسَانٍ درد دل کے ساتھ، خلوص کے ساتھ۔ احسان کیا ہے؟ حدیث احسان میں اس کی تشریح حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمائی کہ احسان یہ ہے کہ

اَنْ تعبدالله كانك تراه. احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے تو اللہ کو اپنے روبرو دیکھ رہا ہے فان لم تکن تراہ فانہ، یراک۔ اور اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو سکے تو کم ازکم یہ یقین کامل ہونا چاہئے کہ اللہ تو مجھے دیکھ رہا ہے یعنی احسان یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اس خلوص سے کیا جائے کہ گویا وہ اللہ کے روبرو کیا جا رہا ہے۔

ایسے بلند مرتبہ عظیم لوگ جو پیغام نبوت کو پہنچانے کے امین ثابت ہوئے نبی اکرم ﷺ مبعوث تو ساری انسانیت کے لئے ہوئے تھے۔ لیکن آپ ﷺ ذاتی طور پر جزیرہ نمائے عرب کی مبارک سرزمین سے کہیں باہر تشریف نہیں لے گئے۔ مدینہ منورہ سے سلاطین عجم کو آپ ﷺ کے خطوط ضرور پہنچے لیکن بنفس نفیس حضور اکرم ﷺ جزیرہ نمائے عرب سے باہر تشریف نہیں لے گئے تو وہ امانت جو روئے زمین کے انسانوں تک پہنچنی چاہئے تھی اُس کا حق آپ ﷺ کے خدام نے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے، سابقون الاولون نے مہاجرین وانصار نے،

اس طرح ادا فرمایا کہ تئیس برس زمانہ نزول قرآن ہے اور وصال نبوی ﷺ کے بعد تئیس برسوں میں قرآن کا پیغام روئے زمین کے کونے کونے میں پہنچ چکا تھا۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو نزول قرآن اور وصال نبوی ﷺ کے بعد جب قرآن کی تکمیل ہوگئی نبی علیہم السلام نے دنیا سے پردہ فرمایا تو ان جان نثاروں نے روئے زمین کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک اور فقیر کی جھونپڑی سے شہنشاہ کے محل تک اللہ کا پیغام پہنچادیا۔ بلکہ معلوم دنیا کی تین چوتھائی کو اسلامی ریاست میں تبدیل کر دیا اور جو اسلام آج کا مسلمان کہتا ہے کہ اس کا نفاذ ممکن نہیں وہی اسلام دنیا کے تین چوتھائی حصے پر نافذ کر کے دکھایا کافر کو اور نہ ماننے والے کو بھی اگر انسانی حقوق ملے تو اُسی نفاذِ اسلام کے زیر سایہ ملے اور اگر کافر کو بھی انصاف نصیب ہوا تو اُسی عہد صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں اور اسلامی قانون کی عملداری میں اور اسلام کی عدالتوں سے غیر مسلموں کو بھی انصاف نصیب ہوا۔

جہاں یہ روشن ستارے جنہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ الصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم. میرے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی جس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤ گے ہدایت پا جاؤ گے۔ بایھم اقتدیتم. جس کی پیروی اختیار کرلو گے۔ اھتدیتم۔ تمہیں ہدایت نصیب ہو جائے گی او کما قال رسول اللہ ﷺ. تو اُن روشن ستاروں میں ایسے بدنصیب بھی تھے کہ جن کے بارے ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارے گرد یہ دیہاتی لوگ جو جوق در جوق آرہے ہیں۔ ان میں بھی اور مدینہ کے رہنے والوں میں بھی شہر کے رہنے والوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو آپ ﷺ کے ساتھ رہنے کے باوجود اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔

مَرَدُوا علی النِّفَاق. اپنے نفاق پر اڑے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ کو خبر نہیں ہونے دیتے لیکن مجھے بے خبر نہیں رکھ سکتے۔ میں انہیں جانتا ہوں اور اللہ کریم فرماتے ہیں۔ سَنُعَذِّبُهُم مَرَّتَین. ایسے لوگوں کو دو عذابوں میں سے گزرنا پڑے گا۔ زندگی میں بھی ذلت خواری، برزخ میں بھی ان پر عذاب ہوگا اور اُس کے بعد ایک بہت بڑے عذاب آخرت کے دائمی عذاب کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ عذاب کی نذر رہیں گے۔

وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تئیس برسوں میں قرآن کا پیغام روئے زمین کے کونے کونے تک پہنچ چکا تھا

دین اسلام تعلیمات نبوی ﷺ اور برکات نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا آمیزہ ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح تعلیمات فرمائیں اُسی طرح انسانوں میں وہ احسان بھی بانٹا وہ جذبہ احسان، وہ پاکیزگی، وہ طہارت، وہ خلوص، وہ درد دل، وہ محبت اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی، اللہ کے دین کی، آخرت کی، وہ بھی آپ ﷺ نے تقسیم فرمائیں جسے برکات نبوت ﷺ کہا جاتا ہے۔ اور تب سے تا امروز علمائے ظواہر نے قرآن حکیم کی، حدیث پاک کی، شرعی احکام کی، مرضیات باری کی، سنت پیامبر ﷺ کی حفاظت کی اور اُس کے لئے عمریں لگادیں۔ آدھی عمر دین سیکھنے میں صرف کر دیں اور باقی کی آدھی عمر دین سکھانے میں صرف کر دیں اور یہ سلسلہ تعلیمات نبوت ﷺ کا علمائے ظواہر نے قائم رکھا لیکن ان کے ساتھ سلاسل تصوف وسلوک اُس عہد زریں سے لیکر آج تک روئے زمین پر مصروف عمل ہیں اور ایسے لوگ ہیں جو تعلیمات بھی بانٹتے ہیں اور اُس کے ساتھ برکات بھی بانٹتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ صوفیا ظاہری تعلیمات سے بے بہرہ ہوتے ہیں بلکہ علوم ظہور بھی بانٹتے ہیں اور برکات قلبی بھی بانٹتے ہیں۔

تزکیہ اور احسان ایک کیفیت تھی اور جس کے نتیجے میں صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا سارا وجود ذاکر ہو گیا اور اُن کے ایک ایک ذرہ بدن نے اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا اُسی طرح وہ لوگ قیامت تک باقی رہیں گے جن کی محافل، جن کے پاس بیٹھنے اٹھنے میں، جن کے پاس جانے اور جن کے حاصل کرنے میں اللہ کی وہ رحمت نصیب ہوگی کہ قلب تو قلب وجود بھی ذاکر ہو جائیں گے۔ خون بھی ذاکر ہو جائیں گے جسم وجاں ذاکر ہو جائے گی بلکہ اللہ کے

بندوں کے لباس ذاکر ہو جاتے ہیں جو جوتا استعمال کرتے ہیں وہ ذاکر ہو جاتا ہے۔

اور اس ضمن میں صوفیا کے حالات پر نظر دوڑائی جائے تو تاریخ تصوف اس بات سے بھری پڑی ہے کہ کیسے کیسے عجیب اللہ کے بندے گزرے اور انہوں نے کتنی محنتیں کیں، کتنی جانفشانی کی، اور درد دل کے ساتھ اس امانت کو لوگوں تک پہنچایا۔ یہ آسان کام نہیں ہے یہ محض وہ لوگ کر سکتے ہیں جن سے اللہ یہ کام لیتے ہیں یہ ایک اعزاز ہے کہ یہ خدمت وہ جس کو نصیب کر دے اُس کے حصے میں آتی ہے اور یہ اتنی عظیم خدمت ہے کہ لوگوں کی عمریں اس کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔ اللہ کریم کا یہ احسان تھا کہ اُس نے ہمارے اِس گئے گزرے زمانے میں بھی ہمارے ہاں، ہمارے علاقے میں، ہمارے ساتھ کے دیہات میں، ایک ایسی ہستی پیدا فرما دی جس نے برکات نبوی ﷺ کا اتنا حصہ حاصل کیا جس کو اللہ کریم نے اتنی برکات عطا کیں جن کی مثال تبع تابعین کے بعد چودہ سو سال تاریخ میں نہیں ملتی۔

یہ بات میں محض اس لئے نہیں کہتا کہ میں اپنے شیخ کی بات کرتا ہوں یا میں اپنے شیخ سے بہت عقیدت رکھتا ہوں۔ ہر عقیدت مند اپنے شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتا ہے لیکن تاریخی حقائق اپنی جگہ رہتے ہیں وہ کسی کی عقیدت مندی سے تبدیل نہیں ہوتے اس پہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جو حاضر ہوا آپ ﷺ نے اتنا بانٹا، کہ ہر آنے والا وہ عالم تھا یا انپڑھ، وہ امیر تھا یا فقیر، وہ مرد تھا یا عورت، شرف صحابیت سے سرفراز ہو گیا۔ یہ سنت صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں جاری رہی اور اُن کی خدمت میں جو پہنچا وہ تابعی ہو گیا بلا تفریق کہ وہ مرد تھا یا عورت، وہ امیر تھا یا غریب وہ پڑھا لکھا تھا یا نہیں، یہ فضائل جو جزوی ہیں یہ الگ ہیں لیکن جو ایک بنیادی صفت تھی کہ وہ تابعی ہو گیا اُس میں سارے شریک ہو گئے اس طرح یہ سنت تابعین میں جاری رہی اور تابعین کے پاس جو بھی پہنچا وہ تبع تابعی ہو گیا۔ تبع تابعین کے بعد پوری تاریخ اسلام میں کہیں کوئی شخص ایسا نظر نہیں ملتا کہ جس

> **عالم ہونا، نیک ہونا، صالح ہونا، بہت بڑی بات ہے لیکن کیفیات باطنی کا حصول اس سے ایک الگ ہے۔**

کے پاس جانے والے سارے لوگ جو ہیں وہ کمالات باطن بھی حاصل کر پائیں اگر کوئی نام نظر آتا ہے تو مجھے دکھاؤ۔ میری اس گزارش پر بعض علماء نے مجھے خط بھی لکھے اور یہ بھی فرمایا کہ آپ محض عقیدت میں بات کر رہے ہیں میں نے یہی گزارش کی کہ آپ خیر القرون کے بعد سے لیکر آج تک ایک نام ہی پیش کر دیجئے۔ تمام اولیاء اللہ کے فضائل پہ ہم یقین رکھتے ہیں ہم تمام کی عزت پہ ہم اپنے آپ کو اُن کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتے وہ سارے دامان رسالت ﷺ کے اور چمن رسالت ﷺ کے پھول ہیں اور سب میں بے شمار اللہ کے دیئے ہوئے انعامات ہیں وہ جو کسی نے فارسی میں کہا تھا۔

ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است

ہر پھول اپنا رنگ الگ رکھتا ہے، اپنی خوشبو الگ رکھتا ہے، لیکن ہر پھول ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ سارے اللہ کے مقبول ہیں اور امت میں ان گزشتہ سوا چودہ سو سالوں میں اتنے ولی اللہ گزرے ہیں کہ شاید آسمان پر اتنے ستارے نہ ہوں۔ اللہ اگر چشم بصیرت عطا فرمائے تو زمین پہ نگاہ کی جائے تو اُس پہ ستاروں کی نسبت زیادہ نور اور زیادہ روشنیاں جگہ جگہ اور ذرے ذرے سی اٹھتیاں نظر آتی ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ لیکن کیا یہ بات تاریخ سے ثابت کی جا سکتی ہے کہ تبع تابعین کے بعد کسی ایک عظیم ہستی کے پاس جانے والا ہر آدمی کمالات باطنی لے کر لوٹا یہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ لاکھوں لوگ اُن کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے لاکھوں لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہوئی ہزاروں لوگ کفر سے تائب ہو کر مسلمان ہوئے انہوں نے ارکان دین سیکھے احکام شریعت سیکھے۔ شریعت پر عمل کرنا سیکھا، اور وظائف سیکھے، تسبیحات سیکھیں، لیکن کمالات باطنی اُن میں سے کسی چند سر کردہ لوگوں کو چار، پانچ، دس کو نصیب ہو گئے تو بڑی بات ہے۔ تمام صوفیا کی تاریخ دیکھ لیں آپ کو یہی بات ملے گی کہ لاکھوں لوگوں کو دین تو سکھایا۔ اللہ کا اور اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام پہنچایا۔ نورِ ایمان نصیب ہوا۔ نیک ہو گئے۔

صائع ہو گئے۔ عالم ہونا، نیک ہونا، صالح ہونا، بہت بڑی بات ہے لیکن کیفیات باطنی کا حصول اس سے ایک الگ ہے۔ ایک الگ وصف ہے اور یہ ایک اصول ہے کہ ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی عالم ہوتا ہے الحمدللہ چونکہ صوفی بغیر علم کے نہیں رہ سکتا۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر صوفیوں میں کوئی اہل علم نہ ہو، خود صاحب علم نہ ہو تو کسی صاحب علم کے ساتھ ضرور وابستہ رکھے گا اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہر عالم صوفی نہیں ہوتا لیکن ہر صوفی ضرور عالم ہوتا ہے۔ تو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ایک ایسی ہستی کا وجود اللہ نے پیدا فرمایا اور رب العلمین خود کارساز ہے۔

میں نے جب عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بارے یہ حدیث پڑھی تھی تو یہ ایک عجیب سا سوال میرے دماغ میں پیدا ہوا کہ اللہ تو قادر ہے وہ چاہتا ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کو اُسی وقت فاتح بنا دیتا اور بادشاہ کو شکست ہو جاتی اور اگر اُس وقت ایسا نہیں کیا آسمانوں پہ اٹھا لیا اور پھر بعثت آقائے نامدار ﷺ کے بعد بھی اب چودہ صدیاں تو بیت گئیں پتہ نہیں کتنی اور بیت جائیں گی تو پھر وہ تب تک آسمان پر قیام فرما رہیں گے۔ اور پھر تشریف لائیں گے اور اُسی حیات کے ساتھ تو اللہ اگر چاہتا تو اور نبی مبعوث فرما دیتا۔ لیکن میں نے کبھی حضرتؒ سے یا کسی سے یہ سوال کیا نہیں مجھے یہ سوال کرتے ہوئے ڈر آتا تھا، جھجک آتی تھی، لیکن ذہن میں سوال ہوتا تھا پھر جب عملاً لوگوں سے واسطہ پڑا اور اس راستے پہ کام کر کے دیکھا تو پتہ چلا کہ رب کریم لوگوں کے مزاج سے واقف ہے چودہ صدیاں بعد اگر اُس نے ایک ایسی ہستی پیدا فرمائی کہ جس کے پاس جانے والے ہر بندے کا دل روشن ہو جائے تو اس لئے نہیں کہ پہلے لوگ اُس کے کم مقبول تھے۔ پہلے اس چیز کی ضرورت نہیں تھی لوگوں کی اصلاح ہو جاتی تھی لیکن اب اگر قلوب اتنے سخت ہو گئے کہ محض وعظ ونصیحت سے، محض تبلیغ سے لوگ تبدیل ہونے

ایک وقت آئے گا کہ جب کسی ولی کی توجہ بھی لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرے گی۔ قلوب اتنے سخت ہو جائیں گے کہ پھر ان پر اثر انداز ہونے کے لئے ایک نبوت کی طاقت چاہیے ہوگی۔

سے رہے تو اللہ کریم نے ایک ایسا ولی اللہ پیدا کر دیا کہ جس نے لاکھوں لوگوں کے دل روشن کر دیئے اور اُن لوگوں سے یہ کام لیا کہ انہوں نے روئے زمین پر اس چیز کو اس نعمت کو پھیلا دیا۔ یہ اُس کا احسان عظیم تھا۔ اس طرح ایک وقت آئے گا کہ جب کسی ولی کی توجہ بھی لوگوں کے دلوں پر اثر نہیں کرے گی قلوب اتنے سخت ہو جائیں گے کہ پھر اُن پر اثر انداز ہونے کے لئے ایک نبوت کی طاقت چاہیے ہوگی بڑے سے بڑے ولی کی توجہ اُن کے دلوں کو متاثر نہیں کر سکے گی نبوت تو چونکہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات پر ختم ہو گئی اور وہ رب العلمین ہے اُس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اُس نے عیسیٰ علیہ السلام کو باقی رکھ لیا جنہیں اُس وقت نازل فرمائے گا۔ اسی دین اسلام کی اور اس دین کی اشاعت فرمائیں گے جو آقائے نامدار ﷺ نے پیش فرمایا۔ دین یہی ہوگا۔ کتاب یہی ہوگی۔ احکام شریعت یہی ہوں گے لیکن اُس کے ساتھ زبان نبی کی ہوگی توجہ نبی کی ہوگی۔ قلب نبی کا ہوگا۔ اور پھر بھی بہت تھوڑے خوش نصیبوں کو دین نصیب ہوگا۔ اکثریت ایسی ہوگی جن پر یاجوج ماجوج یلغار کریں گے یعنی اس کے باوجود بھی قلوب اتنے سخت ہو جائیں گے کہ اس کے باوجود بھی اکثریت لوگوں کی ایسی رہ جائے گی جس پر یاجوج ماجوج کا عذاب آئے گا اور وہ انہیں تباہ کر دیں گے اور انہیں تباہ کرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے۔ تو اُس کا ایک اپنا نظام ہے ہم اس سخت دور کی پیداوار تھے ہمارے دل سخت تھے، قلوب سخت تھے، کردار بہت بُرا تھا، اُس نے ایک اتنا عظیم ولی اللہ پیدا فرمایا کہ جس نے اس دور میں انقلاب پیدا کر دیا کیسی عجیب بات ہے کہ مغرب اور مشرق بعید کی دنیا جو پورے زور سے اسلام کی دشمنی پہ کمر بستہ ہے وہاں بھی اللہ نے ایسے بندے پیدا فرما دیئے جو حضرت شیخؒ کی برکات سے مستفید ہو کر اللہ اللہ کے چراغ جلائے بیٹھے ہیں۔

اس وسعت میں یہ ضروری اور یہ بھی درست ہے کہ جب اس کام میں اتنی وسعت

آئے گی تو اُس میں کچھ منافق بھی ہوں گے اور اس طرح کے بدنصیب خود حضرت جی کی زندگی میں نمودار ہوئے اور جماعت کو توڑنے کی اور کام کو روکنے کی کوشش کی۔ آپ” کی وفات پر نمودار ہوئے اور کوششیں کیں اور جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اس طرح کے منافقین بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ لیکن یاد رکھیے منافقین کا خطرہ منافقین ہی کے لئے ہوتا ہے کہ انہیں ساتھ مل جاتا ہے منافقین مخلصین کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جہاں خلوص ہوگا، جہاں اللہ کی محبت ہوگی، جہاں رضائے باری مقصود ہوگی، جہاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی الفت ہوگی، وہاں یہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے' نہ سلسلے کو پھیلنے سے روک سکتے ہیں نہ جماعت کو بڑھنے سے روک سکتے ہیں اور نہ ہی نفاذِ دین کو روکنے میں کامیاب ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز یہ ملک باقی رہے گا اور اس پر اسلام نافذ ہوگا اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ نفاذ اسلام میں بھی برابر کا بھرپور کردار ادا کرنے والا ہوگا اور اس تبدیلی کا بنیادی سبب بنے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اور یہ صرف ہمارے سلسلے کو نہیں اُن تمام مشائخ کو یہ آزمائشیں پیش آئی ہیں جن عظیم لوگوں سے اللہ نے دین کی خدمت کا کام لیا ہے بلکہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

؎ ہماں شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ جساں بگسل ایں سلسلہ را

ولی اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا بھر کے شیر اس اللہ اللہ کی زنجیریں جکڑے ہوئے ہیں۔

؎ ہماں شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ جساں بگسل ایں سلسلہ را

لومڑیوں کے حیلے ان زنجیروں کو نہیں توڑ سکتے۔ جن زنجیروں میں دنیا بھر کے شیر جکڑے ہوئے ہیں اور اللہ کے بڑے بڑے عظیم بندے اور عظیم نام ہیں اُن کو لومڑیوں کے حیلے توڑ نہیں سکتے۔ تباہ نہیں کر سکتے۔

ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہر حرکت دکھ پہنچاتی ہے خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، آپ ﷺ کے خاندان مقدس واطہر پر الزام تراشی کی

> ہاں یہ الگ بات ہے کہ ہر حرکت دکھ پہنچاتی ہے خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، آپ ﷺ کے خاندان مقدس واطہر پر الزام تراشی کی گئی جس کی طہارت کے لئے اللہ نے اپنی گواہی دی۔

گئی جس کی طہارت کے لئے اللہ نے اپنی گواہی دی اور آسمان سے اور اپنی بارگاہ سے وحی نازل کی جسے آج تک حفاظ، قاری اور آئمہ مساجد اور قرآن پڑھنے والے پڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ پاکیزگی کا خدا گواہ بن گیا۔ منافقین نے اُن پر بھی بہتان لگائے اور آقائے نامدار ﷺ کو بھی ایسا دکھ ہوا کہ آپ ﷺ تین چار ہفتوں تک گھر سے الگ تنہا، افسردہ و غمگین، جلوہ افروز رہے اور کھانا پینا تک چھوٹ گیا۔ دُکھ تو ہوتا ہے اور جب ہمارے ساتھ اس طرح کی بات ہوتی ہے تو ہمیں دو طرح کا دکھ ہوتا ہے ایک دکھ یہ ہوتا ہے۔ کہ شاید یہ ہماری کمزوری سے ہو رہا ہے۔ ہم خدمت کرنے میں کوئی کوتاہی کر رہے ہیں۔ ہم سلسلے کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکے۔ یہ دکھ بھی ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو ہم بھلا اچھا سمجھتے تھے اور جن سے سلسلے کو آگے بڑھانے کی امیدیں کرتے تھے وہ کس طرح کے نکل آئے اور انہیں کیا ہوگیا؟ یہ دونوں دکھ ہوتے ہیں اور انسان سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ دکھ محسوس نہ کرے انسان ہے دھوپ میں کھڑا ہوگا تو اُسے گرمی لگے گی، بارش سے بھیگے گا تو اُسے ٹھنڈ لگے گی، سردیوں کا موسم ہوگا تو اُسے سردی لگے گی، گرمیوں کا موسم ہوگا تو گرمی لگے گی، یہ ساری چیزیں بیتتی ہیں یہ سب ہوتی ہیں۔ لیکن برکات نبوی ﷺ کا سلسلہ تو جاری رہنا ہے اور اسے تا قیامِ قیامت رہنا ہے اور یہ اس آیت کریمہ میں شامل ہے کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ. ہم نے یہ قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے تو قرآن حکیم کی حفاظت یہ نہیں ہے کہ وہ لوح محفوظ میں ہی رہے قرآن حکیم کی حفاظت یہ ہے کہ اس کے ماننے والے اس کے پڑھنے والے اور اس سے درد دل حاصل کرنے والے زمین پر باقی رہیں گے، اللہ کا دین رہے گا، اللہ کی کتاب رہے گی، اللہ کے بندے رہیں گے، مخلصین رہیں گے، درد دل رکھنے والے رہیں گے۔

یہ کوئی خطرہ نہیں ہے کہ یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا ایسی کوئی بات نہیں یہ تو اللہ کی طرف سے اللہ کے نبی ﷺ کی برکات ہیں ہم نہیں ہوں گے

کوئی اور ہوگا۔ وہ نہیں ہوگا کوئی اور ہوگا۔ اور مجھ پر یہ اللہ کا احسان ہے میں تحدیث نعمت کے طور پر یہ عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر اللہ کا یہ احسان ہے کہ جب سے دارالعرفان بنا ہے اور حضرت جیؒ کے وصال کے بعد جب سے اس کی غلامی میرے حصے میں آئی ہے میرے اوقات کی ساری ترجیح محض اللہ کا ذکر اور دارالعرفان ہے۔ میں اپنی مزدوری شروع سے کرتا تھا آج تک کرتا ہوں، الحمدللہ۔ اور مانگنے والوں میں اللہ نے مجھے پیدا نہیں فرمایا۔ میں کما کر دوسروں کو بھی ساتھ کھلانے والا ہوں۔ الحمدللہ، ہمیشہ سے اللہ نے مجھے ایسا رکھا ہے کوئی ایسی بات نہیں کہ آج میں نے بڑی جاگیر خرید لی، میں نے حضرتؒ کی زندگی میں زمینیں خریدیں الحمدللہ، میں نے حضرتؒ کی زندگی میں مکانات سیتھی میں بنائے، منارے میں بنائے، تب تو میرے پاس کسی کا فنڈ نہیں تھا۔ ۶۰ء سے لیکر ۸۰ء تک حضرتؒ کے سارے سفر کے لئے میری ہی کار ہوا کرتی اُس زمانے میں بھی میرے پاس گاڑیاں تھیں الحمدللہ، اللہ نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ اور ۶۰ء سے لیکر ۸۰ء تک پوری جماعت کے سارے اجتماع میرے غریب خانے پہ ہوتے تھے اور کسی ساتھی سے کوئی ہدیہ قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ بیس برس کسی ساتھی کا کوئی ہدیہ اُس میں شریک نہیں کیا جاتا تھا اور الحمدللہ یہ سعادت میرے حصے میں تھی اور اب بھی اللہ کے فضل سے جو ساتھی یہاں کچن پر یا لنگر پر کام کرتے ہیں اُن سے پوچھ لیجئے۔ کہ اب بھی جب اجتماعات ختم ہوتے ہیں تو میرے خیال میں گزشتہ دو سال سے ہر سال، پنتالیس ہزار بجلی کا بل تو میں نے اپنے پلے سے دیا ہے۔ ساتھیوں کے فنڈ اتنے نہیں ہوتے کہ اُن اخراجات میں پورے ہو جائیں اگر چہ اُس میں میرے گھر کا غلہ شامل ہوتا ہے۔ پورا اجتماع میرے گلے سے لایا جاتا ہے۔ گوشت کے لئے جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ پورے اجتماع میں دودھ میرے جانور فراہم کرتے ہیں۔ اس کے باوجود اتنے فنڈ نہیں ہوتے کہ اُس سے اخراجات پورے ہو جائیں

الحمدللہ دار العرفان واحد ادارہ ہے جہاں کوئی نہیں جانتا کہ کس نے لاکھوں دیے اور کس نے کچھ بھی نہیں دیا۔ سب کی خدمت ایک طرح سے ہوتی ہے

اور اکثر اوقات بجلی کے بل رہ جاتے ہیں۔ جو میرا خیال ہے ایک سال پینتیس ہزار تھے ایک سال پنتالیس ہزار تھے۔ کرنل صاحب کو یاد ہوگا جو جماعت کے جانے کے بعد میں نے ادا کئے اور یہ مجھ پر اللہ کا احسان ہے۔ میں ایک کمانے والا تھا آج الحمدللہ ہم پانچ باپ بیٹے رات دن مزدوری کرتے ہیں۔ ہمیں کسی کے فنڈ کا کوئی انتظار نہیں ہے۔

جس دن مرشد آباد میں جماعت کا حضرتؒ کے دفن کے بعد پہلا اجتماع ہوا۔ میں نے اُس پر عرض کر دیا تھا کہ کوئی شخص مجھے فنڈ ز نہ دے اور جسے دینا ہے، جسے ہدیہ دینا ہے، شامل ہونا ہے اُسے اعتماد ہو تو پھر دے کے بھول جائے کہ اُس نے اللہ کے لئے دینا ہے۔ میں جانوں میرا رب جانے۔ وہ تقریر آج بھی محفوظ ہے اور میں آج بھی یہ بات کہتا ہوں کہ کوئی مجھے فنڈ ز نہ دے مجھے ضرورت نہیں ہے۔ دینے والا موجود ہے۔

الحمدللہ دارالعرفان واحد ادارہ ہے جہاں کوئی نہیں جانتا کہ کس نے لاکھوں دیے اور کس نے کچھ بھی نہیں دیا۔ سب کی ایک طرح سے خدمت سے ہوتی ہے۔ کسی کو یہ محسوس نہیں ہوتا کہ فلاں نے فنڈز دیئے اُس کے لئے تو بڑے مرغ پک رہے ہیں اور میں نے نہیں دیا مجھے دال کھانا پڑی، کبھی بھی ایسا نہیں ہوا اور انشاء اللہ نہ آئندہ ہوگا۔ یہ معاملات روٹین کے ہیں اگر ان سے محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہیں بچ سکتے تو ہم کس کھیت کی مولی ہیں۔ ہاں یہ بات ہے کہ وہ عظیم لوگ تھے، اللہ کے مقبول بندے تھے، اور ہم بہت کمزور لوگ ہیں ہم پہ جب بوجھ آتا ہے تو ہماری ہمتیں جواب دے جاتی ہیں۔ اللہ کریم مالک ہے، حافظ ہے، اور اُس سے میری دعا ہے کہ اللہ ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالے جو ہم برداشت نہ کر سکیں۔ ہم میں وہ ہمتیں وہ حوصلہ نہیں ہے کمزور لوگ ہیں لیکن اللہ کی حفاظت پر انشاء اللہ قائم ہیں اور قائم رہیں گے کوئی سازش کوئی فتنہ اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا۔ آمین

ہوزری شٹل لیس لومز کیلئے بہترین اور معیاری دھاگہ

اسلم برانڈ یارن

ASLAM BRAND YARN

16/PC
22/PC
24/PC
26/PC
30/PC

اسلم ٹیکسٹائل ملز

ہیڈ آفس
پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد
667571
667572

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

آج جو ہم سوچتے ہیں کہ اسلام مظلوم ہے تو اسلام پر ظلم کفر نہیں، وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ آج اسلام پر ظلم وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر چوری کرتا ہے۔ جو اسلام کے نام پر دھوکا دیتا ہے۔ وہ مسلمان اسلام پر ظلم کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر منافقت کرتا ہے اور دنیوی مفاد کے لئے، چند ٹکوں کے لئے تھوڑی سی عزت کے لئے، تھوڑی سی شہرت کے لئے اور حکومت میں شریک ہونے کے لئے بک جاتا ہے۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان، منارہ ضلع چکوال 28/2/03

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیم o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیم o

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ o قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ o وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ، وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ o

دنیا میں حق و باطل کی آویزش پہ فیصلہ کن ارشاد باری سے آگاہ فرماتی ہے۔ حق و باطل کی آویزش روزِ اول سے جاری ہے۔ قیام قیامت تک رہے گی۔ اور یہ بھی طے ہے اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِہٖ۔ ہمیشہ غالب اللہ ہوگا۔ اللہ کے رسول ہوں گے اِس ارشاد باری کی تعبیر کی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت بھی ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضور آقائے نامدار ﷺ تک کسی رسول کو شکست نہیں ہوئی۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شہید ہوتے رہے، ظلماً قتل ہوتے رہے، بنی اسرائیل کی تاریخ میں ہے کہ انہوں نے ستر نبی کو ایک دن میں شہید کیا۔ لیکن جب معاملہ کسی رسول کا آیا یاد رکھیں! رسول وہ ہیں جو خود صاحب شریعت ہوتے ہیں اور نبی وہ ہیں جو کسی رسول کی شریعت کو آگے چلانے کے لئے اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں رسول اور نبی میں یہ فرق ہے کہ رسول خود صاحب شریعت ہوتا ہے اور نبی اُسی رسول کے اتباع میں مبعوث ہوتا ہے اُسی شریعت کو آگے چلانے کے لئے تاآنکہ آقائے نامدار ﷺ مبعوث ہوئے تو نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا میری امت کے علماء حق جو میرے دین کی پورے خلوص کے ساتھ اشاعت کریں گے اور اُس میں اپنی زندگیاں لگا دیں گے، اُن کا اعزاز اور منصب ایسا ہی ہوگا جیسے پہلی امتوں میں یا بنی اسرائیل میں نبی مبعوث ہوتے تھے۔ چنانچہ بعثت آقائے نامدار ﷺ کے بعد یہ عظمت علمائے حق کے حصے میں آئی۔ علمائے ربانیین کے حصے میں آئی اور اللہ کے اُن بندوں کے حصے میں آئی۔ جنہوں نے خلوص نیت سے دین برحق کی خدمت کی اور بے شمار ایسے اسماء گرامی ہیں جو مساجد میں پیدا ہوئے۔ جن کے والدین بھی قال اللہ وقال الرسول ﷺ پڑھاتے تھے انہی گھروں میں پیدا ہوئے۔ مساجد میں پروان چڑھے۔ دین پڑھا اور دین پڑھاتے وہیں داعیٔ اَجل کو لبیک کہا۔ کتنے خوش نصیب تھے وہ لوگ کہ اِس دنیا کی آلائشوں سے یکسر الگ اور مبرا رہ کر اللہ کے دین میں اپنی زندگیاں بسر کر گئے اور یہ اُنہی لوگوں کا احسان ہے کہ من وعن ارشادات باری اور ارشادات پیامبر ﷺ ہم تک پہنچے اب ہماری باری ہے اللہ کریم ہمیں خلوص بھی دیں۔ ہمت بھی دیں، توفیق بھی دیں، کہ ہم دین سیکھیں بھی اور آنے والی نسلوں تک اللہ کا دین اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات پوری ایمانداری سے پہنچائیں بھی۔

تو دین تو ارث سے پہنچا ہے وراثتاً پہنچا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہ کرام نے سیکھا اُن سے تابعین تبع تابعین نے اِسی طرح اکابر امت اور علماء حق سیکھتے اور سکھاتے چلے آئے اور انشاء اللہ العزیز یہ سلسلہ جب تک سورج طلوع وغروب ہوتا ہے تب تک جاری رہے گا۔

لیکن حالات وواقعات زمانہ جب ہم دیکھتے ہیں تو بڑی بڑی بھیانک تصویریں تاریخ

میں نظر آتی ہیں۔ آپ دور مت جایئے تاتاریوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ وسط ایشیاء سے اُٹھے جنگلی اور وحشی قوم تھی۔ مسلمان ریاستوں کو تاراج کر دیا۔ کم و بیش ایک سو بائیس (۱۲۲) یا ایک سو بیالیس (۱۴۲) ایسے علمائے حق تھے جن کے مریدوں کے حلقے لاکھوں تک وسیع تھے، اور جو اللہ کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ جو تاتاریوں کے دربار میں پانجولاں شہید کئے گئے۔ جو لڑائیوں میں شہید ہوئے۔ شہروں کی تباہی میں تباہ ہوئے۔ بغداد ایک ایسا شہر تھا جو علم کا سمندر تھا اور بڑی بڑی لائبریریاں تھیں تاتاریوں نے دینی لائبریریاں اُٹھا کر دریا برد کر دیں اور مورخ لکھتا ہے کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی جب وہاں سے گزرتا تھا تو بڑی دور تک سیاہ ہو کر بہتا تھا چونکہ اُس زمانے میں آجکل کی طرح چھاپہ خانے نہیں تھے۔ روشنائی سے، قلم سے، اور ہاتھ سے کتابیں لکھی جاتی تھیں تو تاتاریوں نے اتنی کتابیں دریا برد کیں کہ چھ مہینے تک دجلہ جیسا عظیم دریا کا پانی سیاہ ہو کر بہتا رہا۔ تاتاریوں نے خون انسانی اتنا بہایا کہ ہر جرنیل شہر کو تباہ کرنے کے بعد اُس کے باہر شہر پناہ کے باہر دروازے پر سروں کے مینار بنایا کرتا تھا کہ کس کا مینار اونچا ہے اور اِس بے دردی سے قتل کرتے تھے کہ اگر کوئی حاملہ عورت قتل ہوتی تو اُس کے پیٹ سے بچہ نکال کر اُس کا بھی سر کاٹتے کہ چلو کچھ تو مینار میں یہ بھی کام دے گا۔ لیکن ہوا کیا۔ کیا اسلام مٹ گیا؟ جو جبر، جو بربریت، جو ظلم، تاتاریوں نے کیا۔ اُس سے یہ نظر آتا تھا کہ اب اسلام کا نام لیوا کوئی باقی نہ رہے گا لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے اُنہی تاتاریوں کو نورِ ایمان عطا کر دیا۔ مسلمانوں پر یہ قیامت کیوں ٹوٹی۔ ہماری طرح اُن کے اعمال بگڑ چکے تھے۔ اُن کے دلوں میں خلوص نہیں رہا تھا۔ کتابیں ہدایت کے لئے نہیں، مناظروں کے لئے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کے لئے رہ گئی تھیں۔ اور جب تاتاری فوجیں بغداد شہر کا محاصرہ کئے ہوئے

اس ارشاد باری کی تعبیر کی تائید انسانی تاریخ کرتی ہے کہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر حضور آقائے نامدار ﷺ تک کسی رسول کو شکست نہیں ہونی

تھیں تو شہر کے اندر اُس وقت بھی مولویوں میں کسی معمولی سی بات پر مناظرہ ہو رہا تھا۔ یعنی عالم یہ ہو گیا تھا کہ مسلمان فرقوں میں بٹ گئے تھے اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آپس میں لڑنا، مناظرے کرنا، ایک دوسرے کو مارنا، ایک دوسرے کی مخالفت کرنا، جہاں کوئی کافر فوج آتی آدھے اُس کے ساتھ مل جاتے آدھے مقابلے میں مار کھانے والے ہوتے پھر اُن کی باری آجاتی۔

خلیفہ بغداد نے تاتاری سلطان کے ساتھ معاہدہ کیا کہ مجھے قتل نہیں کیا جائے گا تو میں شہر تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اُس کے وزیر نے سازباز کی، تاتاریوں کو شہر کا راستہ بتایا اور بادشاہ سے بے وفائی کی۔ اُسے انہوں نے لالچ دیا تمہیں سلطان بنا دیں گے۔ لیکن جب شہر فتح ہو گیا سلطان کو تاتاری دربار میں لایا گیا تو تاتاری سلطان نے حکم دیا کہ اسے قتل تو نہیں کرنا اسے کسی دری میں لپیٹ دو اور لاتیں مار مار کر اسے اتنا مارو کہ یہ مَر جائے۔ چونکہ ہم نے اسے تلوار سے قتل نہیں کرنا، اِس سے وعدہ کیا ہوا ہے اور اُس وزیر کو اُس نے یہ کہہ کر قتل کروا دیا کہ جس نے تجھے وزیراعظم بنایا اور ساری سلطنت تیرے حوالے کی اُس سے تو نے دھوکا کیا۔ میں کس طرح تجھ پر اعتماد کر لوں اگر میں تجھ پر اعتبار کروں تو تُو میرے ساتھ بھی دھوکا کرے گا۔ اُسے بھی قتل کرا دیا گیا۔

لیکن کیا اسلام مٹ گیا؟ نہیں، علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

؎ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہی تاتاری لشکر جب دربند پہنچا دربند چھوٹا سا شہر تھا حضرت خواجہ دربندیؒ اپنے زمانے کے غوث تھے اور تنہا رہتے تھے۔ ایک کمبل لپیٹ کر اللہ اللہ کرتے رہتے تھے۔ رات دن کم ہی گفتگو فرماتے تھے۔ لوگ حاجات کے لئے جاتے تو آپ کوئی سا کاغذ جو اخبار کا تراشا یا کسی ڈبیا کا ٹکڑا یا کوئی پرزہ جو نظر آتا وہ اٹھا کر دے دیتے یہ پہن لو، یہ پی لو یہی تعویز ہے اور اُسی سے اللہ شفا دے دیتے تھے۔ جب دربند لشکر پہنچا۔ ہلاکو خان خود سربراہ تھا اور ہلاکو خان کا نام چنگیز کے بعد ہیبت کا نشان بن گیا تھا۔ جنگل

سے گزرتے تو جنگلی جانوروں تک کو قتل کر جاتے۔ کسی پانی کے ذخیرے سے گزرتے تو اُس میں زہر ڈال دیتے۔ آبادیوں کی آبادیاں تاراج کر دیں۔ جب دربند پہنچے تو تاتاریوں کے پہنچنے پر شہر خالی ہو جایا کرتے تھے تو شہر کی خبر لی گئی۔ ایک جرنیل نے کہا کہ ایک بزرگ مسجد میں بیٹھا ہے اور اُس کے ساتھ ایک بندہ ہے باقی شہر تو خالی ہو گیا ہے۔ ہلاکو خان نے حکم دیا اُسے گرفتار کر کے لایا گیا۔ تو ہلاکو نے کہا کہ آپ کس جرات پر شہر میں بیٹھے رہے۔ انہوں نے کہا شہر میں نہیں، اللہ کے گھر بیٹھا رہا۔ میری عمر وہیں بسر ہو رہی ہے۔ میرا مسکن اللہ ہی کا گھر ہے۔ وہی میری پناہ ہے اور میں اللہ کے گھر بیٹھا تھا۔ مجھے غیر اللہ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کسی ہلاکو وغیرہ کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اُسے جانتا ہوں جو سب کا خالق ہے اور جس کے دستِ قدرت میں سب کی جان ہے۔ معروف تاریخی واقعہ ہے ہلاکو نے کہا کہ تمہیں بیڑیاں اور زنجیریں لگی ہوئی ہیں اور تم اتنی بڑھ کر بات کر رہے ہو تو خواجہ محمد دربندیؒ نے ایک دفعہ اُن زنجیروں کی طرف دیکھ کر فرمایا اللہ اور ساری زنجیریں ڈھیر ہو گئیں فرمایا مجھے کوئی زنجیر کسی کا قیدی نہیں بنا سکتی۔ تم مجھے زنجیروں میں نہیں باندھ سکتے۔ حیرت ناک واقعہ یہ ہے کہ ہلاکو اُن کا امیر تھا، لشکر کا سالار تھا، جرنیل تھا، اور تاتاریوں میں ہلاکو بڑا نام تھا تو اُس نے غصے سے کہا کہ زہر کا پیالہ لایا جائے اور انہیں میرے سامنے زہر پلائی جائے۔ زہر کا پیالہ لایا گیا جب انہیں پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پورا پیالہ پی لیا۔ فرمایا میرے لئے تو اس میں کوئی زہر نہیں ہے۔ یہ زہر تمہارے لئے ہو سکتا ہے مجھے تو اس سے راحت ملی ہے۔ تو ہلاکو نے آگ جلوا دی جو اُس کے آفیسرز تھے یا جرنیل تھے اُن کو بلا لیا اور فوج کو جمع کر لیا کہ سب کے سامنے انہیں آگ میں ڈالا جائے اِن کو بھی اور ان کے ساتھی کو بھی باندھ کر آگ میں پھینک دو۔ مورخ لکھتا ہے

> رسول اور نبی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ رسول خود صاحب [illegible] ہوتا ہے اور نبی [illegible] کے اتباع میں [illegible] اسی [illegible] کے [illegible] آتا ہے [illegible] ہوتی تو [illegible] بند کر دیا گیا

کہ جب انہیں آگ میں پھینکا گیا تو آگ اِس طرح بھاگی جس طرح کوئی بڑا جانور کوئی دیوار گرتی ہے اور اُس کے ساتھ کوئی جانور بندھا ہو تو وہ رسے تڑوا کے بھاگتا ہے اس طرح آگ اپنی جگہ چھوڑ کر بھاگی، جہاں وہ گرے وہ جگہ صاف تھی اور آگ آگے بھاگی۔ اُس کا سارا لشکر اسے چھوڑ کر بھاگ اٹھا، تو ہلاکو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا مجھے بھی اُس خدا کا پتہ بتاؤ جس کو تم مانتے ہو۔ اُس رب کی بات مجھے بھی بتاؤ جسے تم مانتے ہو۔ اور وہ لمحہ تھا جب اُسی ہلاکو نے اسلام قبول کیا اور یورپ کے عیسائی مسلمانوں کو قتل عام کر کے شادیانے بجا رہے تھے کہ ہم نے یورپ کو مسلمانوں سے پاک کر دیا۔ ہسپانیہ میں ہم نے ایک مسلمان نہیں رہنے دیا۔ وہی ہلاکو اسلام کا جھنڈا لیکر مشرق سے یورپ میں داخل ہو رہا تھا اور اسی بات پر علامہ مرحوم نے کہا تھا۔

؎ پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

وہ ایسا قادر ہے کہ بتوں کے پجاریوں کو کعبے کا رکھوالا بنا دیا۔ مسلمانوں نے دین سے، اللہ کے پیامبر ﷺ سے، اللہ کی کتاب سے وفا نہ کی اُس کی سزا پائی اور وہ قادر ہے۔

عسیٰ ان یاتی اللّٰہ بِقومٍ

ایسے لوگ جو اُسی کی راہ میں جہاد کریں۔ جو قتل ہوں اور قتل کریں۔ وہ قادر ہے تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کر دے گا۔ لایُخافون لومۃ لائم. وہ دنیا کے پراپیگنڈے کی پروا نہ کریں۔ یُحِبُّھُم ویُحِبُّونَہٗ، ایسے لوگ جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہو اور ایسے لوگ جو اللہ سے عشق کرتے ہوں تم نہ سہی تو اور پیدا کر دیں گے۔

اُس کا کیا ہے تم نہ سہی تو چاہنے والے اور بہت

ترک تعلق کرنے والو تم تنہا رہ جاؤ گے

وہ ایسا قادر ہے کہ اسلام باقی رہے گا۔ اسلام کو شکست نہیں ہو گی اسلئے کہ امام الرسل کا لایا ہوا دین ہے اور کسی رسول کو شکست نہیں ہوئی۔ لاغلبنّ انا ورسلہ۔

انبیاء شہید ہوتے رہے۔ لیکن رسول جب بھی مبعوث ہوا، ہمیشہ فاتح رہا۔ نوح علیہ السلام رسول تھے ساری دنیا ان کے خلاف ہو گئی

ساڑھے نوسو سال میں کسی نے بات نہ مانی۔ اسی کے قریب مرد وزن کشتی میں سوار تھے ساڑھے نوسوسال کی تبلیغ کے بعد اللہ نے ساری کائنات غرق کر دی اور اپنے رسول کو فاتح بنایا ۔موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے ایک بھائی ہارون علیہ السلام تھے اور فرعون کی کتنی بڑی طاقت تھی فرعون تباہ ہوا۔موسیٰ علیہ السلام کو شہید نہیں کرسکا۔ لاغلبن انا ورسلہ. یہ طے شدہ بات ہے اللہ غالب رہے گا۔اللہ کا رسول غالب رہے گا اور محمد رسول اللہ تو رسولوں کے بھی رسول ہیں۔امام الرسل ہیں نہ کبھی آپ ﷺ کو شکست ہوگی نہ آپ کے دین کو شکست ہوگی

یہ جو آندھیاں اٹھتی ہیں یہ ہماری بے وفائی ہے یہ جو آندھیاں اٹھتی ہیں یہ اس نفاق کا اثر ہے جو ہم اسلام کے نام پر اپنے سینوں میں دبائے پھرتے ہیں۔صبح بات ہو رہی تھی حاجی صاحبان کی واپسی پر تو کسی نے بتایا فلاں بھی حج سے واپس آ گئے فلاں بھی آ گئے تو میں نے کہا یار خوشی نہیں ہوتی خوشی تب ہوتی کہ جو حج کر کے آتے کم از کم وہ تو تبدیل ہو جاتے، اچھے انسان بن جاتے، ان میں خلوص آ جاتا، صداقت آ جاتی، بندہ جیسا جاتا ہے اس سے بھی خراب ہو کے آ جاتا ہے۔ہم کیا خوشی منائیں کہ فلاں حج کر آیا۔اس میں کوئی تبدیلی غیر حاجی اور حاجی میں نظر آتی ہے کردار میں، گفتار میں، کاروبار میں، معاملات میں، تو جب یہ عالم ہوتا ہے۔مسلمانوں کے دلوں میں جب وہ خلوص نہیں رہتا، وہ عشق نہیں رہتا، وہ آتش عشق نہیں رہتی، محبت پیامبر ﷺ نہیں رہتی۔اللہ کی طلب نہیں رہتی، تو پھر ظالم ان پر چڑھ دوڑتے ہیں آج بھی دیکھ لو، روئے زمین پر مسلمانوں کی کم وبیش چھپن ریاستیں ہیں کسی ایک ریاست میں اسلام نافذ نہیں ہے۔کوئی ایک ریاست ایسی نہیں ہے جو سود سے پاک معیشت رکھتی ہو۔تو یہ ہمارا مسلمانوں کا کردار ہے۔ہماری حکومتوں کا، ہمارے حکمرانوں کا، خود ہمارا، حکمران تو بدلتے رہے ایک کے بعد ایک آتا رہا۔جو بھی

> بغداد ایک ایسا شہر تھا جو علم کا سمندر تھا اور بڑی بڑی لائبریریاں تھیں تاتاریوں نے دینی لائبریریاں اٹھا کر دریا بُرد کر دیں اور مورخ لکھتا ہے کہ چھ مہینے تک دجلہ کا پانی جب وہاں سے گزرتا تھا تو دور دور تک سیاہ ہو کر بہتا تھا۔

آیا اس نے وہی کیا جو پہلے کرتے رہے، تو ہمارا یہ کردار جو ہے۔یہ ظلم کی آندھیوں کا سبب بنتا ہے لیکن اللہ کا دین بھی رہے گا۔اللہ کے مخلص بندے بھی رہیں گے اور خواجہ محمد در بندیؒ کے ایسے جانشیں بھی رہیں گے جن کے سامنے ہلاکو جیسے لوگ بھی کلمے پڑھتے رہیں گے اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اس پر اسی آیت کریمہ نے بات کی فرمایا۔

وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۞ جو لوگ میری آیات کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔جو لوگ میری بات کو عاجز کر دینا چاہتے ہیں۔جو لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات نہ مانی جائے، جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن کا نظام نہیں آنا چاہیے، جن لوگوں نے اپنی قوت اس بات پہ لگا دی کہ تہذیب ہماری ہوگی، معاشرہ ہمارا ہوگا، اور جو معاشرہ محمد رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، نہیں بننے دیں گے۔وہ نہیں ہوگا اللہ کریم فرماتے ہیں۔اُولٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۞ وہ محض اپنے لئے عذاب جمع کر رہے ہیں وہ ایسا کر نہیں سکیں گے۔اسلام کو مٹا نہیں سکیں گے۔ہاں اپنے لئے عذاب زیادہ کرتے جا رہے ہیں۔اپنے لئے عذاب بڑھاتے جا رہے ہیں اور ایک وقت آئے گا جب دیکھو گے سب لوگ روئے زمین کے تمام باشندے آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے تمام لوگ موجود ہوں گے اور میری آیات کو عاجز کر دینے والے لوگ عذاب میں تڑپیں گے اور چلاتے ہوئے نظر آئیں گے۔

اب رہی یہ بات کہ جی اُن کے پاس وسائل بڑے ہیں۔اُن کے پاس بڑی ٹیکنالوجی ہے۔اُن کے پاس بڑی دولت ہے۔فرمایا کسی نے دولت اللہ سے چھین کر نہیں لی۔کوئی اُس کی بارگاہ سے زبردستی اپنے لئے حاصل نہیں کر سکا۔ انہیں فرما دیجئے میرے حبیب ﷺ اِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ. اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اُسے رزق فالتو عطا کرتا ہے۔بہت سارزق عطا کرتا ہے۔ دولت کے دروازے کھول دیتا ہے۔وَيَقْدِرُ لَهُ. جب چاہتا ہے اُسی بندے پر رزق بند کر دیتا

ہے وہ ایسا قادر ہے کہ گدا کو شاہ کر دے اور شاہ کو گدا کر دے۔

تو شاہوں کو گدا کر دے گدا کو بادشاہ کر دے
اشارہ تیرا کافی ہے گھٹانے اور بڑھانے میں

یہ سب اُس کا اپنا ایک ترتیب دیا ہوا نظام ہے اور وہ خوب جانتا ہے کہ کس کے پاس کیا وسائل ہیں، کس کے پاس کتنا رزق ہے، کس کے پاس کیا ٹیکنالوجی ہے، اور کس کی قوت کتنی ہے، لیکن وہ ایسا قادر ہے۔

کَمْ مِّنْ فِـئَـةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَـةً كَثِيرَ ةً بِـإِذْنِ اللّٰهِ تاریخ انسانی اٹھا کے دیکھو کتنی مٹھی بھر جماعتوں کو بڑے بڑے لشکروں پر اللہ نے فتح دے دی۔ وسائل اُس طرف تھے، افرادی قوت اُس طرف تھی، ٹیکنالوجی اُس طرف تھی، اِدھر افراد بھی تھوڑے تھے، ٹیکنالوجی بھی تھوڑی تھی، اسلحہ بھی تھوڑا تھا، لیکن فتح کَمْ مِّنْ فِئَـةٍ قَلِيلَـةٍ کتنی تھوڑی تھوڑی جماعتوں کو۔ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً کتنے کتنے بڑے لشکروں پر فتح دی بِـإِذْنِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے حکم سے آئندہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ شکست کفر کا مقدر ہے۔ جس قدر ظلم افغانستان پر کیا گیا اور جس قدر آگ اور لوہا برسایا گیا۔ کوئی تصور کر سکتا تھا کہ وہاں زندگی باقی رہے گی لیکن الحمد للہ امریکہ چیخ رہا ہے۔ افغان ابھی مقابلہ کئے جا رہا ہے۔ اور اللہ کا نام لینے والے جنہوں نے اپنے گھر جلوا دیئے۔ اپنے بچے شہید کروائے، اپنی مائیں شہید کروائیں، بوڑھے باپ شہید کروائے، بیٹیاں برباد کروائیں، علاقے کا علاقہ تباہ ہو گیا لیکن اللہ کے بندے اللہ کے نام پر ابھی تک شمشیر بکف ہیں وہی اذانیں گونج رہی ہیں۔ وہ سجدے زمین پر کئے جا رہے ہیں۔ اور جانیں ہتھیلی پر رکھے ہوئے ہیں۔ امریکہ تھک رہا ہے لیکن اللہ کے بندے نہیں تھک رہے اور انشاء اللہ غلبہ اسلام کا مقدر ہے اور

> **کسی ہلاکو کو میں نہیں جانتا۔ میں تو اسے جانتا ہوں جو سب کا خالق ہے اور جس کے دست قدرت میں سب کی جان ہے۔**

شکست کفر کا نصیب ہے۔ فرمایا یہ کوئی بات نہیں ہے کہ کس کے پاس وسائل زیادہ ہیں ہاں سوچنے کی یہ بات ہے سمجھنے کی یہ بات ہے۔

وَمَا اَنفَقتُم مِّنْ شَيءٍ فَهُوَ يُخلِفُه'

جو کوشش، جو بات، جو کام، تم اللہ کی رضا کے لئے کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا اُس کا اجر تمہیں دیا جائے گا۔ تم اس بات کو چھوڑ دو کہ کس طرف وسائل کتنے ہیں یہ دیکھو کہ اللہ کس طرف ہے اور اُس کے لئے تم کیا کر رہے ہو۔

ہماری ایک عجیب عادت ہے ہم دنیا کے حالات پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ دنیا کی غیر مسلم طاقتوں کی قوت پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ اُن کی فوجی برتری پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ وہ اللہ کریم فرماتے ہیں ان باتوں سے تمہارا کوئی تعلق نہیں، تمہیں دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے پاس کیا وسائل ہیں؟ جان تو ہے تمہارے پاس مال ہے، تمہارے پاس علم ہے، تمہارے پاس طاقت ہے، حکومت ہے، تمہارے پاس کیا ہے؟ تم اللہ کی راہ میں کیا دے رہے ہو؟ رب فرماتا ہے تم میرے ساتھ اپنا حساب سیدھا رکھو۔ باقی سب سے میں خود نپٹ لوں گا۔

اِنَّھُمْ یَکِیدُونَ کَیداً وَّاَکِیدُ کَیداً فَمَھِّلِ الکٰفِرِینَ اَمْھِلھُم رُوَیداً ٥ یہ بھی تدبیریں کرتے ہیں قدرت کی اپنی تدبیریں ہوتی ہیں۔ کفر کو چند روز مہلت دے دیتا ہے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً ٥ جب حق آتا ہے تو باطل کو مٹنا پڑتا ہے اِس لئے کہ مٹنا باطل کا مقدر ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس میدان میں لے کر اُسے شکست سے دوچار کرتا ہے۔ یہ اُس کی مرضی کہ کس عالم میں اُسے بے دست و پا کرتا ہے۔ آخر ایک زمانے میں امریکہ بھی روس سے ڈرتا تھا۔ آپ نے دیکھا۔

حضرت جیؒ کے سامنے بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی حاضر تھا۔ کسی نے بات کی کہ روس بہت بڑی طاقت ہے اور روس نے تو افغانوں کو بالکل بے دست و پا کر دیا اور پورے ملک پر قبضہ کر لیا اور تباہ کر دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا ''روس خود تباہ ہوسی اور منگ کے کھاسی'' پنجابی میں آپؒ نے فرمایا کہ روس گدا کر کے کھائے گا۔ اور خود تباہ ہو جائے گا اور اُسی وقت یہ بات

کس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ یہ تو دنیا کی سپر پاور ہے پھر ہم نے دیکھا ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ روس نے دنیا کے سامنے خیرات کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپیل کی کہ میرے بندے بھوکے مر رہے ہیں۔ میری مدد کی جائے۔ کوئی ملک مجھے کھانے کے لئے کچھ دے دے۔ وہ ایسا قادر ہے۔ آج میری، کل تمہاری باری ہے۔ آج روس کی تھی کل امریکہ کی باری بھی آجائے گی۔ اور انشاء اللہ مجھے قوی یقین ہے میرا ایمان ہے کہ اس ظالم کی بربادی بھی ہم دیکھیں گے انشاء اللہ یہ کوئی دور کی بات نہیں ہے۔ انشاء اللہ العزیز اللہ کا دین باقی رہے گا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد باقی رہے گا۔ قرآن باقی رہے گا۔ کلمہ حق باقی رہے گا۔ اور یہی کلمہ ھی العُلیا۔ یہی وہی کلمہ ہے جو بہت بلند ہے۔ جس میں عظمت الٰہی کا اقرار ہے۔ جس میں پیامبر اسلام ﷺ کی رسالت ونبوت کا اور آپ ﷺ کی عظمت کا اقرار ہے۔ اسی کلمے کے نصیب میں ہے کہ یہ سب پر غالب رہے۔

آج جو میں اور آپ سوچتے ہیں کہ اسلام مظلوم ہے تو اسلام پر ظلم کفر نہیں، وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے ساتھ مخلص نہیں ہے۔ آج اسلام پر ظلم وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر چوری کرتا ہے۔ وہ مسلمان کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر دھوکا دیتا ہے۔ وہ مسلمان اسلام پر ظلم کر رہا ہے جو اسلام کے نام پر منافقت کرتا ہے اور دنیوی مفاد کے لئے بک جاتا ہے۔ چند ٹکوں کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی عزت کے لئے بک جاتا ہے، تھوڑی سی شہرت کے لئے بک جاتا ہے، حکومت میں شریک ہونے کے لئے بک جاتا ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ کیسے کیسے لوگ اس طرح بکتے ہیں جس طرح قربانی پر جانور بیچے جاتے ہیں۔ آج کے مسلمان کا یہ کردار سبب بن رہا ہے۔ ظلم کے بڑھنے کا اور کفر کی آندھیوں کو بڑھانے کا۔

یاد رکھو اگر ساری اسلامی ریاستیں بھاگ گئیں تو اللہ کا ایک بندہ خواجہ محمد دربندیؒ تو بیٹھا رہا۔ اُسے کسی بڑی فوج کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ ہم سب بھی ساتھ چھوڑ دیں گے تو بھی کوئی بندہ تو اُس کا ایسا ہوگا جو حق کا علم بلند کئے اُس کی ذات کے بھروسے پر بیٹھا رہے گا اور کفر کے لئے چیلنج بنا رہے گا۔ اور شاید خوش نصیب ہوگی وہ قوم جسے اُس کے طفیل ایمان نصیب ہو جائے گا۔ اس لئے کہ اسلام کو رہنا ہے، قرآن کو رہنا ہے، دین برحق کو رہنا ہے، اور غلبہ محمد رسول ﷺ کیلئے اور آپ ﷺ کے دین کے لئے ہے اور طے شدہ بات ہے۔

> یورپ کے عیسائی، مسلمانوں کا قتل عام کر کے شادیانے بجا رہے تھے کہ ہم نے یورپ کو مسلمانوں سے پاک کر دیا۔ ہسپانیہ میں ہم نے ایک مسلمان نہیں رہنے دیا وہی تاتاری اسلام کا جھنڈا لیکر مشرق سے یورپ میں داخل ہوئے۔

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ میں غالب رہوں گا میرے سارے رسول غالب رہیں گے اور ہر رسول فاتح رہا۔ کسی رسول کو تاریخ میں شکست نہیں ہوئی۔ حالات تو اس سے بھی بدتر ہوتے رہے۔ حالات نے تو آقائے نامدار ﷺ کو اور آپ ﷺ کے جاں نثاروں سمیت شعب ابی طالب میں بند کر دیا اور قوم نے مقاطع کر دیا کہ کوئی انہیں پانی کا قطرہ بھی نہ دے اور کھانے کا کوئی ایک دانہ بھی نہ دے۔ لیکن مٹا کون؟ کفر مٹ گیا اور حق غالب آیا فتح محمد رسول اللہ ﷺ کے قدم چومتی تھی۔ فتح آپ ﷺ کے غلاموں کے قدم چومتی تھی۔ اور جن گھوڑوں کو دوڑا دوڑا کر لوگوں نے غلبہ اسلام کے لئے جہاد کیا اللہ کو اتنے پیارے تھے کہ رب العالمین نے اُن گھوڑوں کے سُموں کی قسمیں کھائیں۔ سوار تو سوار رہے۔ قرآن حکیم میں رب العٰلمین نے اُن گھوڑوں کے سُموں اور اُن سے اڑتی ہوئی چنگاریوں کو غلبہ اسلام پر گواہ قرار دیا اُن گھوڑوں کی قسم سے مراد ہوتا ہے کہ جس کی قسم کھائی جائے۔ اُسے گواہ بنایا جاتا ہے۔ فرمایا میرے اُن مجاہدوں کے گھوڑوں کی سُموں سے اڑتی ہوئی چنگاریاں بھی اس بات پہ شاہد ہیں کہ اللہ کا دین غالب رہے گا۔ اللہ کے بندے غالب رہیں گے اور غلبہ اُن کے لئے ہے۔ جو اللہ پر بھروسہ کریں گے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا حق ادا کریں گے۔ لیکن بات بڑی سچی ہے اور قرآن کریم کی ہر بات دانش کی ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ قرآن کی کوئی ایک آیت نازل کر دی جاتی اور باقی سارا قرآن نازل نہ

ہوتا تو پوری انسانی زندگی کے لئے وہ ایک آیت کافی تھی ہر آیت میں پوری انسانی زندگی کا مفہوم بیان ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن کا اعجاز ہے پھر اتنا قرآن اُس نے کیوں نازل فرمایا یہ اُس کا احسان ہے کہ اُس نے مشت غبار کو اپنے کلام سے آشنا کر دیا اور اتنا کم و بیش ساڑھے چھ ہزار آیات نازل فرمادیں۔

لیکن بدنصیبی دیکھیے کہ جس قرآن کی ایک آیت زندگی کا نظام ترتیب دینے کے لئے کافی ہے، اُس کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہم پر اثر نہیں کر پا رہی۔ کیسی عجیب بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب سوال کیا گیا۔

مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی ○ طور پر سوال ہوا۔ اللہ کریم نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ جواباً عرض کیا ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی ○ یہ میرا عصا ہے۔ میں اِس پر ٹیک بھی لگاتا ہوں۔ اس سے اپنی بکریاں بھی چراتا ہوں اور بہت سے دوسرے اس کے فائدے گن دیے۔ مفسرین کرام اس کی تفسیر پہ جب بحث فرماتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ادب تو یہ ہے کہ جو بات پوچھی جائے اُس کا جواب دے دیا جائے۔ یہ تقاضائے ادب ہے کہ جو بات پوچھی جائے اُس کا قصہ نہ بنایا جائے، اُسے بڑھایا نہ جائے، جتنی بات پوچھی جائے اُتنا جواب دیا جائے۔ اور نبی تو ادب سکھانے والے ہوتے ہیں نبی کی جوتیوں اور اُن کی خاک پا کے طفیل لوگوں کو ادب نصیب ہوتا ہے۔ اور یہ موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم رسول ہیں۔ سوال ہوا مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی۔ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ موسیٰ علیہ جواب تھا ھِیَ عَصَایَ۔ یہ میرا عصا ہے بات ختم ہوگئی پھر اتنی لمبی بات انہوں نے کیوں کی؟ تو وہاں علماء لکھتے ہیں۔

بیک لفظ تواں گفتن تمنائے جہان را

پوری دنیا کی بات ایک لفظ میں ختم ہو

> **نوح علیہ السلام رسول تھے اور ساری دنیا ان کے خلاف ہو گئی تھی ساڑھے نو سو سال کی تبلیغ کے بعد اللہ نے ساری کائنات غرق کر دی اور اپنے رسول کو فاتح بنایا۔**

جاتی ہے آپ ہاں کہہ دو یا نہ کہہ دو بات ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو ایک لفظ پر ختم نہ کی جاسکتی ہو۔ یا ہاں کہہ دو یا نہ۔ ایک لفظ ہاں کہہ دو بات ختم ہوگئی نہ کہہ دو بات ختم ہوگئی لیکن فرمایا۔

من از بحر حضوری طول دادند داستان را

مجھے تو آپ سے شرف ہم کلامی نے وہ لذت بخشی کہ میں اُسے قائم رکھنے کے لئے بات کو بڑھاتا چلا گیا وہ فرماتے ہیں لذت ہم کلامی نے موسیٰ علیہ السلام کو مجبور کر دیا کہ وہ بات کو بڑھاتے چلے گئے کہ بات اللہ سے ہو رہی تھی۔

تو قرآن کریم کی اتنی آیات مبارکہ یہ محض اُس کا احسان ہے کہ لذت حضوری عطا کر دی۔ اُس نے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب قرآن پڑھو تو اس انداز سے پڑھو کہ میرا رب میرے ساتھ بات کر رہا ہے۔ وہ تمہیں مخاطب کرے گا۔ تمہیں کہے گا یہ کرو، تمہیں کہے گا یہ نہ کرو۔ تمہیں کہے گا آؤ میں تمہیں فلاں قوم کا قصہ سناتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں لوگوں کے حالات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں دنیا کی بات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں آخرت کی بات بتاتا ہوں۔ آؤ میں تمہیں کاروبار کا سلیقہ سکھاتا ہوں، اللہ ارشاد فرما رہا ہے اور تم سن رہے ہو۔ فرمایا، قرآن جب بھی کھولو اس طرح پڑھو کہ میرا رب مجھ سے بات کر رہا ہے۔ ہم لوگوں کے لئے قرآن پڑھتے ہیں جسے تلاوت نصیب ہوتی ہے وہ خود اس انداز سے پڑھے کہ میرا رب میرے ساتھ بات کر رہا ہے۔ اور یہ اُس کا کرم ہے کہ اُس نے اتنی عظیم کتاب ہم جیسے ناکارہ لوگوں تک پہنچا دی کہ مجھ سے بات تو کرو۔ اب ہم کیسے لوگ ہیں کہ ہم پر اللہ کی بات اثر نہیں کرتی، ہم کیسے لوگ ہیں کہ ہم نے اسے ریشمی غلافوں میں لپیٹ کر طاقوں میں سجا دیا اور الماریوں میں رکھ دیا اور ہم کیسے لوگ ہیں کہ جھوٹ بولنا ہو تو اس کی قسمیں اٹھاتے ہیں، ہم کیسے لوگ ہیں کہ کسی نے اسے معاذ اللہ جنتر منتر سمجھ لیا، کسی نے اُسے تعویز کی کتاب بنالیا۔ کسی نے اسے ذریعہ روزگار بنا لیا، یہ تو رب العلمین اپنے ہر اُس بندے سے کلام فرما رہا ہے جو اُس کی کتاب

کھول کر پڑھنے بیٹھتا ہے اور اُسی کو بتا رہا ہے۔

گھبراؤ نہیں، اگر کفر کے پاس، دولت زیادہ ہے تو اُسے میں نے دی ہے۔ وہ مجھ سے چھین کر نہیں لے گیا۔ میں نے دی ہے اور جب میں چاہوں گا ساری دولت سلب کر لوں گا۔ اُسے بھوکا، مفلس اور گداگر بنا دوں گا۔ یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ یہ میرا کام ہے کفر دین کو مٹا دینا چاہتا ہے۔ فرمایا نہیں مٹا سکے گا بلکہ مٹنا اس کا مقدر ہے۔ مٹے گا بھی اور ان کافروں کو تم دیکھو گے انہیں کس طرح عذاب میں پھینکا جاتا ہے آگے فرماتا ہے اپنی بات کرو تم میرے لئے کیا کر رہے ہو؟ تم دوسروں کی بات چھوڑ دو۔ تم امریکہ کا رعب مجھے نہ دکھاؤ میری مخلوق ہے میں جانتا ہوں اُس کے پاس کیا ہے؟ تم مجھے ہندوستان نہ دکھاؤ ہندوستان میں نے پیدا کیا ہے اور اُس کے وسائل میں نے پیدا کئے ہیں۔ میں مالک ہوں میں جانتا ہوں تم میرے ساتھ اپنی بات کرو۔

مَا اَنْفَقْتُمْ۔ تم نے میرے راستے میں کیا کیا۔ کیا تم نے میری خاطر جھوٹ بولنا چھوڑ دیا؟ کیا تم نے مجھے راضی کرنے کے لئے درد دل سے میرے سجدے کئے؟ یا تمہارا رکوع و سجود ذوق سے خالی ہے۔ کیا تم میرے لئے اپنی جان، اپنا مال، میری راہ میں قربان کر رہے ہو؟ کیا تم میری بات کر رہے ہو؟ کفر تو زور لگا رہا ہے تم بھی کفر کے مقابلے کے لئے کچھ کر رہے ہو؟ وہ بات میرے ساتھ کرو۔ کہ تم میری راہ میں کیا کر رہے ہو؟ کتنی خوبصورت بات ہے کہ ہمیں دوسروں کو زیر بحث لانے کی بجائے، دوسروں کے حالات پر بحث کرنے کی بجائے، کاش اللہ ہمیں توفیق دے ہم اپنے گریباں میں جھانکیں کہ میں غلبہ اسلام کے لئے کیا کر رہا ہوں، اور اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے وسائل غلبہ اسلام کے لئے استعمال کریں۔ اسلام کو غلبہ آپ کی وجہ سے نہیں ہونا، اللہ کی تائید سے ہونا ہے۔ جسے وہ توفیق دے گا اسلام

گھبرائو نہیں اگر کفر کے پاس دولت زیادہ ہے تو اسے میں نے دی ہے۔ وہ مجھ سے چھین کر نہیں لے گیا اور جب میں چاہوں گا ساری دولت سلب کر لوں گا۔

کے ساتھ تعاون کی، اسلام کے ساتھ وفا کی، یہ اُس کا احسان ہے اسلام کو غالب ہونا ہے اور وہ قادر ہے وہ چاہے تو کافروں کو بھی ایمان عطا کر دے۔ وہ چاہے تو پتھروں سے خدمت لے سکتا ہے، وہ چاہے تو درختوں سے خدمت لے سکتا ہے، وہ جھاڑیوں سے اور پرندوں سے خدمت لے سکتا ہے، ابرہہ ہاتھیوں کا لشکر لے کر آیا اُس نے ابابیلوں کو حکم دے دیا۔ اب ہاتھی کہاں اور ابابیل کہاں؟ ہر کنکر ایٹم بم بن گیا۔ مورخ لکھتا ہے کہ اگر ہاتھی کی پشت پہ لگتا تھا تو اُس کے پاؤں تک چیرتا چلا جاتا تھا اور اُس طرح بنا دیئے تھے۔ کَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞ جس طرح جانور بھوسے کو چبا کر جس طرح کر دیتا ہے اُس طرح ہاتھیوں اور اُس کی فوج کا حال کر دیا تھا۔ کَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۞ چبائے ہوئے بھوسے کی طرح، بھوسا پہلے ریزہ ریزہ ہوتا ہے پھر اُسے جانور چبا بھی لے تو جو حشر اُس کا ہوتا ہے وہ اُن کا کر دیا تھا وہ قادر ہے

غلبہ دین حق کو ہو گا میرے بھائی! سوچا کرو کہ ہم غلبہ حق کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ اللہ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اُس کے دین برحق کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق خدمت بجا لائیں۔ ایمان پہ زندہ رکھے۔ ایماندار کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور ایمانداروں کے ساتھ حشر فرمائے۔ انشاء اللہ العزیز یہ معرکہ حق و باطل دیکھیں گے۔ اللہ ہمیں بھی موقع دے گا ہمیں بھی توفیق دے گا کہ ہم کفر کو تباہ ہوتا ہوا دنیا میں دیکھیں اور کافروں کا تماشہ آخرت میں تو ضرور دیکھیں گے۔ آمین

فنا فی الرسول ﷺ کی ایک کیفیت

فرمایا۔ یہ ایک مراقبہ ہوتا ہے فنا فی الرسول ﷺ میں کہ جسم کا ہر عضو الگ الگ ہو کر ذکر کرتا ہے۔ اور بعض اوقات وہ مراقبہ اتنا قوی ہو جاتا ہے کہ جسم ہوتا سلامت ہے لیکن اس مراقبے کے اثر سے دیکھنے والے کو الگ الگ نظر آتا ہے۔ فی الواقعہ جسم الگ نہیں ہوتا۔

رب کی دھرتی رب کا نظام

عملی زندگی میں اسلام

منجانب

سید اعزاز علی شاہ فیصل آباد

نظریہ پاکستان یا نظریہ ضرورت

یہ اس سرزمین کی خوش قسمتی تھی کہ اس پر اللہ نے ایسے ایسے عظیم انسان پیدا فرمائے کہ انتہائی مشکل حالات میں سینکڑوں نہیں ہزاروں پھانسیوں پر جھول گئے' لاکھوں شہید ہوگئے' کتنوں نے کالا پانی کاٹا' کتنے عمر بھر جیلوں میں قید و بند کی صعوبتوں میں رہے لیکن اس سب کے باوجود قال اللہ قال رسول ﷺ کو قائم رکھا اور اسی فکر کو عام کیا کہ مسلمانوں کے لئے الگ ایک ایسا خطہ زمین ہو جہاں وہ اپنے ایمان' اپنے یقین' اور اپنی تہذیب کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔

خطاب امیر محمد اکرم اعوان
جلسہ صوت القرآن انسٹی ٹیوٹ سرگودھا 9/2/03

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

حضور اکرم ﷺ نے علم کی شرح فرماتے ہوئے فرمایا۔ العلم علمان۔ The Knowledge کلی علم پورا علم العلم اس کے دو حصے ہیں۔ العلم علمان۔ علم جو ہے اس کے دو حصے ہیں علم الادیان پہلا حصہ ہے۔ Normative Sciences کا علم' ایمانیات' اخلاقیات' انسانیت کی حدود کا تعین انسانی تہذیب و معاشرہ' اللہ کا تصور اللہ پہ یقین' اللہ کی ذات اور اُس کی صفات' آخرت فرشتوں پر ایمان' انبیاء ورسُل' اللہ کی کتابوں کا علم' لیکن فرمایا یہ علم کا ایک حصہ ہے یہ سارا علم ایک قوت دیتا ہے' ایک صلاحیت دیتا ہے' ایک نور پیدا کرتا ہے' انسانی قلب اور اُس کے ضمیر میں جس سے اُس کی فکر نکھرتی ہے جس سے اُس کی سوچ بلند ہوتی ہے' اور جس سے جب وہ سوچتا ہے تو اللہ کی مخلوق کی بہتری اور اللہ کی عظمت سوچتا ہے لیکن اس کے ساتھ ضرورت ہے۔ علم الابدان کی Physical Sciences کا علم۔ فزیکل سائنسز میں دنیا کے قدیم علوم سے لیکر علوم جدیدہ تک آقائے نامدار ﷺ نے احاطہ فرما دیا تمام دینوی علوم کا جس طرح دین سیکھنا ضروری ہے اُسی طرح دینوی علوم کی ضرورت بھی اتنی ہی شدید ہے اس لئے کہ جہاں دینوی امور چلائے جاتے ہیں وہ ادارے جو دنیا کو عدل دینے پہ مامور ہیں' وہ ادارے جو دنیا کو روزگار دینے پر متعین ہیں' وہ ادارے جو ملکی دفاع پہ متعین ہیں' وہ ادارے جو نئے ذہنوں کی تعمیر پہ متعین ہیں' وہاں وہ لوگ ہونے چاہئیں جن کے سینے علم دین سے روشن ہوں اور اگر اُن اداروں میں ایسے لوگ آگئے جو اس نور سے آشنا نہ ہوئے تو یہی ہوگا جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے یہی کچھ ہوتا رہے گا اور یہی کچھ ہوگا جو ہمارے ساتھ گزشتہ نصف صدی سے ہو رہا ہے۔

میرے ذاتی تجربے کی بناء پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پاکستان بننے سے غیر مسلم حکومت میں ہمارے حالات آج کی نسبت بہتر تھے اور تب سے لیکر آج تک ہر دن ہمیں ذلت، رسوائی ظلم اور بربریت کے پنجے میں جکڑتا چلا گیا اور آج ہم اُس جگہ پہ کھڑے ہیں جہاں شہر میں اگر پانچ دس لاشیں بھی مل جائیں تو کوئی بندہ غور نہیں کرتا کہ کیا ہوا ایک روٹین بن چکی ہے۔ انگریز کے زمانے میں مجھے یاد ہے اگرچہ میری عمر کم تھی لیکن جب ماحول ابر آلود یا گرد آلود ہو جاتا تھا تو دیہاتی کہتے تھے کہیں قتل ہوا ہے انگریز کا' کافر کا راج تھا اور ان بزرگوں کو یاد ہوگا کہ بڑے شاذ اس طرح کے واقعات ہوتے تھے اور اگر ماحول گرد آلود سا ہو جاتا تو لوگ آپس میں باتیں کرتے تھے کہ شاید کہیں قتل ہوا ہے یعنی اتنا بڑا جرم سمجھا جاتا تھا کہ ماحول گرد آلود ہوگیا۔ آج کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی آج تو ماحول بھی ہماری طرح عادی ہوگیا ہے اُسے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا چونکہ ماحول اپنے رہنے بسنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

برصغیر ہند کی ایک تاریخ ہے جس میں ہزار سالہ روشن دور مسلمانوں کا ہے ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ انگریز نے جہاں اور بہت سی تبدیلیاں کیں وہاں مسلمانوں کی تاریخ کو بدلنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور بڑے بڑے دین دار نیک اور ولی اللہ بادشاہوں کو ڈاکو' ظالم' جابر لکھا

جبکہ چوروں اور ڈاکوؤں کو' مرہٹوں کو' جانباز اور دلیر لکھا اور ہماری ایک بدقسمتی کی حد یہ ہے کہ ابھی تک وہی کچھ ہمارے نصاب تعلیم میں پڑھایا جا رہا ہے کسی بھی حکومت سے' کسی بھی بادشاہت سے' کسی بھی بندے کو کسی بھی قاعدے سے اختلاف ہوسکتا ہے اگر اختلاف سے بالاتر ہے تو وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کا ارشاد۔ اللہ کا حکم اُس طرف سے بالاتر ہے اللہ کے نبی ﷺ کا فرمایا ہوا اختلاف سے بالاتر ہے اس سے نیچے اختلاف ہوسکتا ہے لیکن اختلاف برائے اختلاف نہیں۔ ایک بات پہ میں سمجھتا ہوں کہ مسلمان حکمرانوں سے کسی کو اختلاف نہ ہوا کہ مسلمان حکمرانوں نے برصغیر میں ایسے ادارے بنائے انہیں کئی کئی مربع جاگیریں دیں اور خود مختار ادارے بنائے اُن کے بورڈز آف گورنرز بنائے' اُن جاگیروں کی آمدنی پر وہ ادارے مفت تعلیم دیتے تھے کتابیں بھی' طلبہ کی رہائش بھی' اداروں کے اساتذہ کی تنخواہ بھی اس سے دی جاتی اور مزے کی بات یہ ہے کہ برصغیر میں ایک عالم' ایک مفتی' ایک ڈاکٹر' اور ایک جرنیل' ایک ہی ادارے سے آتے تھے۔ اسی لئے انہیں جامعات کہا جاتا تھا انگریزی لفظ یونیورسٹی کا ترجمہ جامعہ ہے جہاں سارے علوم یکجا جمع کر دیئے جائیں اور یہ جامعات جگہ جگہ تھیں اور تاریخ اس بات پہ گواہ ہے کہ حکمرانوں کے بچے بھی جامعات میں پڑھتے تھے، شہزادوں کی تعلیم کے لئے علماء تشریف نہیں لے جاتے تھے شہزادے جامعات میں آتے تھے اور یہ اثر آپ کو مسلمانوں کے زوال کے بعد جب پنجاب پر رنجیت سنگھ اور سکھوں کی حکومت آئی تو رنجیت سنگھ کے ساتھ جو مسلمان جرنیل یا مسلمان طبیب تھے وہ بھی انہی جامعات کے فاضل تھے عالم بھی تھے' جرنیل بھی تھے' طبیب بھی تھے۔

انگریز نے آکر جو رپورٹ برطانیہ بھجوائی وہ برٹش لائبریری میں تھی برٹش لائبریری آف انڈیا کی زینت تھی آجکل جناح لائبریری لاہور میں بھی اُس کی نقل میسر ہے۔ لارڈ کائر نے جو رپورٹ بھیجی تھی اُس میں اُس نے لکھا تھا کہ برصغیر میں مسلمانوں پر حکومت کرنا بہت مشکل ہے اس لئے کہ ان کا لٹریسی ریٹ Eighty Four پرسنٹ ہے یعنی 84 فیصد پڑھے لکھے لوگ ہیں برصغیر ہند میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد ۸۴ فیصد ہے جس قوم میں اتنے پڑھے لکھے لوگ ہوں اُسے غلام بنانا مشکل ہے برصغیر ہند اتنا خوشحال تھا کہ یورپ کے لوگ یہاں روزگار کے لئے آتے تھے جس طرح اب ہم یورپ امریکہ روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں وہ لوگ یہاں آتے تھے۔ انگریز نے اپنی کالونی بنانے کے لئے ایک ہی تدبیر سے بڑا شکار کیا۔ حکم جاری کر دیا کہ دینی مدارس کی جائیدادیں ضبط کر لی جائیں' کتابیں ضبط کر لی جائیں' اور دینی مدارس کے پڑھے ہوئے کسی بندے کو سرکاری ملازمت نہ دی جائے۔ اب جاگیریں ضبط ہو گئیں' ملازمتیں ملنے سے رہیں' تو علمائے حق نے بہت بڑا جہاد کر کے ایسے لوگ جن کے پاؤں دھو کر پینے چاہئیں تھے انہوں نے لوگوں سے زکوۃ مانگی، بوریوں پر بسر کی ٹکڑے کھا کر بسر کی، بچے دیہات میں گھروں سے ٹکڑے مانگ کر لاتے تھے اور اہل مدرسہ اور طالب علم وہی کھاتے تھے لیکن اللہ نے انہیں یہ ہمت دی کہ انگریز کے پورے دور میں انہوں نے اس محنت و جانفشانی سے قال اللہ وقال رسول ﷺ کو زندہ رکھا۔ اور اللہ کی اُن پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں ہوں کہ اللہ کا پیغام اللہ کے حبیب ﷺ کا پیغام ہم تک اُن کے طفیل پہنچا۔ اگر انگریز کا بس چلتا تو شاید یہاں سے اللہ کے نام کو مٹا ڈالتا لیکن یہ اس سرزمین کی خوش قسمتی تھی اس پر اللہ نے ایسے ایسے عظیم انسان پیدا فرمائے کہ انتہائی مشکل حالات میں بھی سینکڑوں نہیں ہزاروں پھانسیوں پر جھول گئے، لاکھوں شہید ہو گئے، کتنوں نے کالا پانی کاٹا، اور کتنے عمر بھر قید و بند کی صعوبتوں میں رہے لیکن اس سب کے باوجود قال اللہ قال رسول ﷺ کو قائم رکھا۔ علمِ اسلام کو گرنے نہیں دیا اگر ایک شہید ہو گیا تو دوسرے نے بڑھ کر تھام لیا۔

حق یہ تھا جب ملک آزاد ہو گیا اس آزادی کے پیچھے کیا تھا؟ اس کے پیچھے ایک نظریہ تھا نظریہ پاکستان جس کی چھوٹی سی وضاحت ایک جملے میں علامہ اقبال مرحوم نے کر دی اُن

> مسلمان حکمرانوں نے برصغیر میں ایسے ادارے بنائے اور انہیں کئی کئی مربع جاگیریں دیں انہیں خود مختار بنایا۔ اُن کے بورڈ آف گورنرز بنائے، اُن جاگیروں کی آمدنی پر وہ ادارے مفت تعلیم دیتے تھے

کے خطبات میں ایک جملہ ہی اس کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ مسلمانوں کے لئے الگ ایک ایسا خطہ زمین ہو جہاں وہ اپنے ایمان، اپنے یقین اور اپنی تہذیب کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ اس جملے کو نعرے میں ڈھالا گیا۔ پاکستان کا مطلب کیا ہے لا الہ الا اللہ ۔ اور مجھے یاد ہے کہ سرگودھا بھی اس بم چوک میں ہسپتال کی دیوار پہ بڑا موٹا لکھا ہوا کرتا تھا۔ یہ سعادت میاں شہباز شریف کے حصے میں آئی کہ اُس نے دیواروں سے مٹوا دیا، ورنہ گزشتہ نصف صدی سے ہر شہر کے مین چوک یا مین گیٹ پہ لاہور بھی جہاں چوک شاہی قلعہ کو مڑتا ہے وہاں بڑا موٹا لکھا ہوا تھا۔ بہر حال اس کی بنیاد تھی نظریہ پاکستان اور اُس کے لئے بجا طور پر اُس عہد کے سیاست دانوں نے محنت کی، بجا طور پہ بڑا مقابلہ ہوا، لیکن قیمت حقیقتاً کس نے چکائی قیمت اُس غریب نے چکائی جس کا سرمایہ ہی دو بیل یا دو ٹکڑے زمین، ایک بیٹا، ایک بہو، چند بچے، ایک بڑھیا تھی۔ کہاں کہاں سے وہ اس کے لئے نکلا اور ہر ایک چیز راستے میں کھوتا، قربان کرتا، بچے شہید کراتا۔ عورتیں سکھوں کے ہاتھوں بے آبرو کراتا جانیں دیتا لڑتا بھڑتا اس زمین تک پہنچا اُس نے کتنی قیمت ادا کی۔ یہ ساری کس بات کی قیمت تھی نظریہ پاکستان کی۔ اس لئے کہ پاکستان کا مطلب کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ ایک خطہ زمین ہو گا جہاں اللہ کی حکومت ہو گی، اللہ کے بندوں کی پیشانی اللہ کے سوا کسی کے سامنے نہیں جھکے گی اور کوئی حاکم نبی اکرم ﷺ کے حکم کے علاوہ دوسرا حکم نہیں دے سکے گا۔ ہر چیز محدود ہو گی ہر چیز ضابطوں کی پابند ہو گی حاکم امین ہوں گے، خلیفے ہوں گے نائب ہوں گے لیکن حکومت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہو گی اللہ کے قرآن کی ہو گی اللہ کی ہو گی۔ ہماری بدقسمتی دیکھیے کہ نظریہ پاکستان کے مقابلے میں ہماری عدلیہ نے بصد احترام عرض کروں گا مجھے امید ہے کہ اس پہ محترم جج صاحبان کو خفا نہیں ہونا چاہئے۔

ہماری عدلیہ نے ایک شوشہ چھوڑ دیا نظریہ ضرورت۔ علماء تشریف فرما ہیں جہاں تک

> **برصغیر ہند اتنا خوشحال تھا کہ یورپ کے لوگ یہاں روزگار کے لئے آتے تھے جس طرح اب ہم یورپ، امریکہ روزگار کی تلاش میں جاتے ہیں**

چند حروف میں نے پڑھے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ لغوی اعتبار سے ضرورت کو آپ نظریہ کہہ ہی نہیں سکتے۔ ضرورت لمحہ بہ لمحہ بدلنے والی چیز ہوتی ہے اور نظریات ٹھوس اور سالڈ چیزیں ہوتی ہیں ہمارا نظریہ ہے اللہ ایک ہے، ہمارا نظریہ ہے قرآن برحق اللہ کی آخری کتاب ہے، ہمارا نظریہ ہے آقائے نامدار حضور ﷺ اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں، نظریہ تو یہ ہوتا ہے اور ضرورت یہ ہے کہ ابھی مجھے پیاس لگی میں نے پانی پی لیا۔ اب مجھے پیاس نہیں ہے پانی کی ضرورت نہیں ہے کیا یہ نظریہ بن جائے گا۔ یہ ظلم کروایا گیا جبر سے اُن لوگوں سے جنہوں نے انصاف مہیا کرنا تھا اور نظریہ ضرورت نے چودہ کروڑ عوام پر ایک بندے کو مسلط کر دیا جو اُن سے تنخواہ بھی لیتا ہے، اُن پر حکومت بھی کرتا ہے، یہ پہلی بار نہیں ہوا ہے موجودہ حکومت ہی نہیں ہے یہ پہلی فوجی حکومت سے لیکر آج تک چاروں فوجی حکومتیں اسی نظریہ ضرورت کا سہارا لے کر آئیں جس کا خود اپنا وجود ہی ثابت نہیں ہوتا۔ یہ کہاں کی ضرورت ہے کہ چودہ کروڑ بے زبان ہو جائیں اور فرد واحد جو چاہے کرے اور مزے کی بات یہ ہے کہ گریڈ بائیس کا ملازم بھی ہو اور شہنشاہ بھی ہو یہ یک طرفہ تماشا پاکستان کے علاوہ دنیا میں کہیں نظر نہیں آتا۔ کسی غیر مسلم ملک میں بھی نظر نہیں آتا ایک گریڈ بائیس کا افسر بھی ہو اور وہ وردی بھی اُس کے زیب تن ہو اور وہ حکمران بھی ہو۔ لیکن بہر حال ہمیں تو اس سے کوئی غرض نہیں ہے میں نے اور الاخوان نے کبھی یہ نہیں کہا کہ حکومت ہمیں دے دو۔ ہماری غرض یہ ہے کہ یہ نظریہ ضرورت کی بجائے ہمیں ہمارا نظریہ پاکستان لوٹا دو۔ سادہ سی بات ہے سادہ سا فلسفہ ہے کہ جس سفر پہ ہم نکلے تھے ہمارا جو نظریہ تھا وہ دب گیا اس نظریہ ضرورت کے تحت حالانکہ ضرورت نظریہ بن ہی نہیں سکتی سادہ سی بات ہے میرے بھائی کوئی لڑائی نہیں، کوئی جھگڑا نہیں، آپ ہی حکمران رہو۔ نظریہ پاکستان لوٹا دو۔ مجھ سے بھی انصاف کرے گا۔ مولانا سے بھی کرے گا پیر صاحب سے بھی کرے گا اور آپ سے بھی انصاف کرے گا۔ یہ کام پھر شریعت محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے یہ کام پھر کتاب وسنت کا ہے کہ کون کہاں ہے اور اُس کی جگہ کہاں ہے وہ خود اُس کو اُس کی جگہ کا تعین کر دے گا لیکن

ضرورت' اس بات کی ہے کہ یہ چودہ کروڑ بندے جونظریہ پاکستان کی راہ پہ نکلے تھے ان کو آپ نے کانٹا بدل کر نظریہ ضرورت کی پٹڑی پہ کیوں ڈال دیا۔

مجھے ایک بات کی خوشی ہے کہ ایک تبدیلی ہماری نئی نسل میں آئی صرف یہاں نہیں پوری دنیا میں، یہ بڑی عجیب بات ہے کہ یورپ اور امریکہ میں بھی جو نئی پود ہے نئے بچے ہیں وہ قرآن پڑھنا بھی چاہتے ہیں، سیکھنا بھی چاہتے ہیں' دین سمجھنا بھی چاہتے ہیں' جن کے والدین نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی وہ بھی چاہتے ہیں اور تبدیلی کیوں آئی کیا میری تحریک کی وجہ سے آئی؟ کیا جماعت اسلامی اس کی بنیادی سبب بن گئی؟ کوئی اور مذہبی تحریک بن گئی نہیں۔ یہ تبدیلی وقت کی ضرورت تھی اور قدرت کا کارنامہ ہے۔

اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی جارہی ہے تین ہزار گھروں پر یہ ساعت اسلامی مملکت ہے اور عین اُسی وقت پوری دنیا کا اسلامی ریاست کے خلاف کفر متحد ہو رہا ہے۔ یہ ایک اتنی سی ریاست جو تین ہزار گھروں کی اور ایک گاؤں کی ہے اُس سے قیصر کو کیا خطرہ جو اُس وقت کی سُپر پاور تھا۔ دوسری سُپر پاور کسریٰ تھا اُس کو کیا خطرہ لیکن دنیائے کفر متحد ہوگئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاد شروع ہوا اور اللہ کا دین غالب آتا گیا اور کفر کو شکست ہوتی گئی۔

قُل جَاءَ الحق وزهق الباطل إنَّ الباطِلَ كان زهوقا. جب حق آیا باطل مٹتا گیا اِس لئے کہ باطل کا انجام ہی مٹنا ہے۔ اب آپ اُس صورت حال کا موازنہ کیجئے کہ آج دنیا کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کفر پھر متحد ہو رہا ہے۔ درمیان میں جہاد بھی جاری ہے، جنگیں بھی ہوتی رہیں' ملکوں کے جغرافیے بھی بدلتے رہے' مسلمان حکمران آتے رہے' کافر بھی آتے رہے' لیکن اُس عہد کے بعد آج پہلی دفعہ ایک گلوبل اتحاد کفار کا بن رہا ہے عالم اسلام کے خلاف' مسلمانوں کے خلاف' مزے کی بات یہ ہے کہ اس کفر کے اتحاد نے جو پریشر اور دباؤ پیدا کیا ہے اُس کے ردعمل کے طور پر نئی نسل اسلام کو

ہماری عدلیہ نے ایک شوشہ چھوڑ دیا نظریہ ضرورت، علماء تشریف فرما ہیں جہاں تک چند حروف میں نے پڑھے ہیں میں یہ سمجھتا ہوں کہ لغوی اعتبار سے ضرورت کو آپ نظریہ کہہ ہی نہیں سکتے۔

سمجھنا چاہتی ہے کہ ہمارا جرم آخر ہے کیا؟ ہم اللہ کی کتاب کو پڑھ کر دیکھیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کو پڑھ کر دیکھیں نہ صرف مسلمان بلکہ بے شمار کافروں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ یہ اسلام کیا ہے؟ جس کے لئے یہ ساری دنیا اتنی مضطرب ہے کہ اسے مٹا دو تو آخر اس میں ہے کیا۔ پھر شہداء کی قربانیوں نے ایک عجیب اضطراب پیدا کر دیا ہے اور پورا مغرب اِس پہ متوجہ ہے کہ یہ کیا بے وقوف لوگ ہیں کہ انہیں پتہ ہے کہ یقیناً مارے جائیں گے پھر بھی جاتے ہیں اور مر جاتے ہیں اور پیچھے پھر اور آجاتے ہیں۔ لوگ زندگی بچاتے ہیں یہ زندگی ہارنے کے لئے آتے ہیں اس میں فلاسفی کیا ہے ان کے پلے بات کیا ہے؟ دیکھی تو جائے۔ ایک مہینہ پہلے میری بات نیویارک میں ہو رہی تھی تو وہ کہہ رہے تھے کہ نیویارک میں قرآن حکیم کی شارٹیج ہوگئی ہے حالانکہ سعودیہ سے کروڑوں کی تعداد میں فری بانٹنے کے لئے بھی جاتے ہیں لیکن وہ کہنے لگے نہ مساجد میں ملتا ہے نہ دکانوں پہ مسلمانوں نے نہیں' غیر مسلموں نے خرید لئے کہ پڑھیں تو سہی اس میں فلسفہ کیا ہے؟ مجھے کفر کے اتحاد سے خوشی ہوئی ہے اس لئے نہیں کہ مسلمان مر رہے ہیں اور ظلم ہو رہا ہے اِس لئے کہ یہ کفر کا اتحاد ایک آخری حربہ ہے کہ شاید ہماری غیرت ملی کو بیدار کردے۔ اگر خطبات سے' شعروں سے' تقریروں سے' واقعات اور حوالہ جات' بتانے سے یہ قوم زندہ ہوتی تو کب کی زندہ ہو چکی ہوتی یہ سارے عہد گزر گئے۔ کوئی کتنا بڑا نغمہ لکھ لے۔ علامہ اقبال مرحوم جیسی بات تو نہیں کہے گا جس نے جو شعر کہا یا قرآن کا ترجمہ ہے یا سنت رسول ﷺ کا ہے لیکن ہم طبلے کی تھاپ پر اُسے گا کر واہ واہ کر دیتے ہیں سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ قرآن وسنت تھی تو بھی اُسے ہم نے طبلے کی نذر کر دیا دلوں میں نہیں اُترنے دیا۔ علمائے حق کے پیغامات روز روشن کی طرح واضح ہیں اور اب آپ نے ووٹ دے کر علماء کو اسمبلی میں بھیج کر بھی دیکھ لیا۔ اُن کے ساتھ کیا سلوک ہوا اور آئندہ اُن کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ یہ سارے طریقے ناکام ہو چکے ہیں۔

ہاں ایک نسخہ باقی ہے کہ اگر کفر کی یلغار اللہ کے دین اور دین کے حاملین کو مٹانے پہ تُل گئی ہے تو کیا غیرت مسلمان بھی بیدار ہوگی کہ

نہیں ہوگی۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں انشاء اللہ یہ نسخہ خطا نہیں جائے گا۔ میرے عزیز نے، برخوردار نے، افغانستان کی بات کی ہے، فلسطین کی بات کی، کشمیر کی بات کی، شیشان کی بات کی، الجزائر میں بھی خون بہہ رہا ہے لیکن میں آپ کو یہ بتاؤں اور میں اسے خوشخبری سمجھتا ہوں کہ آخری معرکہ جس سے انقلاب آفرین تبدیلیاں آئیں گی وہ یہاں ہوگا۔ عراق ٹارگٹ نہیں ہے عراق راستے میں آ گیا ہے۔ صدام حسین مولوی نہیں ہے نہ مذہبی لیڈر ہے صدام حسین ایک سیکولر لیڈر ہے عراق کے لئے اُس نے بہت کام کیا اور اپنے ملک کو وہ زیرو سے لیکر دنیا کے ممالک کی صف اول میں لے گیا یہ الگ بات ہے لیکن وہ مذہبی لیڈر نہیں ہے اور مذہبی لیڈروں کو کچلنے والا ہے اور بڑا سخت گیر سیکولر لیڈر ہے اُس کے ساتھ امریکہ کی کیا لڑائی ہے وہ تو کوئی مولوی نہیں ہے امریکہ کی لڑائی اس بات پر ہے کہ اب وہ مسجود خلائق بننا چاہتا ہے اور وہ سجدہ نہیں کرتا جبکہ دنیا کے بڑے بڑے حکمران اور جرنیل اُس کے ایک ٹیلی فون پہ گھٹنے ٹیک دیتے ہیں وہ اُس کی بات پہ اکڑ جاتا ہے یہ جھگڑا ہے یہ سارے بہانے ہیں کہ محض ڈسٹرکشن کے ویپن ہیں پھر امریکہ اس بات پہ کیوں راضی ہوتا ہے کہ صدام حسین ملک چھوڑ دے تو جنگ نہیں ہوگی تو محض وہ ڈسٹرکشن کی ساری فیکٹریاں ساتھ لے جائے گا۔ وہ سارے آلات حرب وضرب وہ ساتھ لے جائے گا وہ گیس کے کنٹینرز اور ایٹم بم اور ساری چیزیں ساتھ لے جائے گا۔ کوئی ایٹم بم نہیں، کوئی گیس کنٹینرز نہیں کوئی جھگڑا نہیں، جھگڑا صرف یہ ہے کہ ہماری بات کیوں نہیں مانتا، منوانا کیا چاہتے ہو۔

آج کی صورت حال یہ ہے کہ امریکہ کے تجزیہ نگاروں کے مطابق امریکہ میں بھی ایسے لوگ ہیں جو سچ لکھتے رہتے ہیں دو کتابیں آئی ہیں لیکن Bush at War اور دوسری کتاب کا نام ہے War on Iraq اُن سے جو حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ امریکہ کے جو تھینک ٹینک ہیں انہوں نے یہ طے کرلیا ہے کہ پاکستان میں جہاد کے لئے بے شمار نوجوان ہیں اور ہمیشہ افرادی قوت پاکستان الجزائر سے لیکر فلسطین اور کشمیر تک بھیجتا رہتا ہے افغانستان میں بھی اس کے شہدا کی تعداد پٹھانوں سے کم نہیں، کون بھیجتا ہے یہ امریکیوں کا فیصلہ ہے کہ یہ وہابی جو ہیں نا اور اتفاق سے جہادی تنظیمیں ساری دیوبندی ہیں اور ہم انہیں وہابی کہتے ہیں انہوں نے بھی طے کر لیا کہ یہ وہابی جو ہیں یہ فساد کی جڑ ہیں۔ اب یہ وہابی ریسورسز کہاں سے لیتے ہیں وہ کہتے ہیں سعودیہ کی حکومت وہابی ہے وہ انہیں وسائل دیتی ہے تو اگر ان وہابیوں کا قلع قمع ہو جائے تو شاید کوئی بہتر صورتحال بن سکے۔ اب اسی کے لئے سعودیہ کو کیسے چھیڑا جائے کیونکہ ساٹھ فیصد تیل پوری دنیا کو سعودی عرب دیتا ہے اور اکیلا امریکہ دنیا میں ستر فیصد تیل جلاتا ہے تو اگر وہابی کوئی موومنٹ شروع کرتے ہیں ڈسٹربنس ہوتی ہے تیل بند ہو جائے گا پھر کیا کریں گے عراق تو دوسرا بڑا ذخیرہ رکھنے والا ملک ہے۔ اب جھگڑا تو یہ ہے کہ عراق ہماری بات مان لے تیل سے ہماری جان تسلی ہو جائے کہ ہم تیل یہاں سے لے لیں گے تو پھر اُن سے نپٹیں اور اُن سے نپٹنے کے بعد ان کی خبر لیں۔ تو یہ ہمارا آج کا وہابی یہاں جنگ کو کھینچ کے لائے گا اور اس سے کچھ نہ ہوگا۔ یہ مصیبت یہاں آئے گی اور ہمیں اُسے خوش آمدید کہنا چاہئے اس لئے کہ آقائے نامدار ﷺ نے اُس زمانے میں فرمایا تھا نسائی شریف میں یہ موجود ہے اور وہاں باب الغزوات، باب جہاد میں غزوۃ الہند کی بات ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ الہند میں غزوہ برپا ہوگا۔ تین تو میں تین لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اصحاب بدر، فاتح قسطنطنیہ اور غزوۃ الہند میں شریک جماعت لاہور ایک کانفرنس میں، ایک سیمینار میں، سوال کسی اخبار نویس نے کر دیا تھا کہ غزوات تو اُن جنگوں کو کہا گیا ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔ عہد نبوی ﷺ میں جو جہاد ہوا اور آپ ﷺ نے کسی کو امیر لشکر مقرر فرمایا اُسے بھی سریہ کہا جاتا ہے غزوہ نہیں اور الہند میں جس کی پیشین گوئی حضور ﷺ فرما رہے ہیں اسے آپ ﷺ غزوۃ الہند فرما رہے ہیں یہ غزوہ کیسے ہوگیا۔ مختلف حضرات نے مختلف جواب دیے ایک محترم عالم نے کہا کہ بھئی رواجاً

کفر کے اُس اتحاد نے جو پریشر اور دباؤ پیدا کیا ہے اس کے ردعمل کے طور پر نئی نسل اسلام کو سمجھنا چاہتی ہے کہ آخر ہمارا جرم کیا ہے؟

کہہ دیا ہوگا اُس زمانے میں لڑائی کو غزوہ کہتے تھے میں نے کہا جی روا جانہیں کہا گیا یہ تو ارشاد ہے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ آپ ﷺ کا ارشاد۔ مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ بے مقصد نہیں ہے وہاں آپ یہ ضرور مان لیجئے کہ اس جہاد میں حضور ﷺ اُس طرح متوجہ ہوں گے جس طرح غزوات میں بنفس نفیس شریک ہوتے تھے اس کے علاوہ کوئی دوسری تعبیر اس بات کی نہیں بنتی کہ اسے غزوہ کہا جائے اور آپ ﷺ نے کشمیر کی بات نہیں کی، پنجاب افغانستان کی بات نہیں کی بلکہ الہند کی بات کی ہے جو یہ خوشخبری دیتی ہے کہ اس جہاد کے نتیجے میں پورے برصغیر پر اسلامی سیاست بنے گی اور حقیقی اسلام کا نفاذ ہوگا اور یہاں سے پھیل کر پھر روئے زمین پر احیائے دین کا کام ہوگا چونکہ کفر اپنی من مانیوں کی حد کو پہنچ چکا ہے۔

تِلْكَ الأيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ. اب وہ پہیے کا جو سرا اُوپر ہے اُسے اب نیچے بھی آنا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جو اللہ چاہتا ہے وہ ہوگا جو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ یقیناً ہوگا دیکھنا یہ ہے کہ اس انقلاب میں ہم کہاں کھڑے ہیں ہم نے آج تک گزشتہ چون سالوں میں سرکاری طور پر بھی اور ذاتی طور پر بھی سمجھوتے کی زندگی بسر کی ہے ہم نمازیں ادا کرتے رہے، روزے رکھتے رہے، تلاوت کرتے رہے لیکن کفر کے ساتھ سمجھوتہ کئے رکھا خیر ہے گزارہ ہو رہا ہے

لیکن اب کفر ہمارے ساتھ سمجھوتے پہ تیار نہیں۔ ہم بے وفائی نہیں کر رہے ہم تو ابھی بھی اُسی جگہ کھڑے ہیں اب کفر بے وفائی کر رہا ہے وہ کہتا ہے مجھے تمہارے سمجھوتے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ تم میرے لئے خطرہ ہو اور یہ کافر کہتا ہے کہ اسلام اور مسلمان میرے لئے خطرہ ہیں اُسے یہ شعور ہے ابھی ہمارا یہ شعور بیدار نہیں ہوا کہ ہم نور ہیں اور وہ ظلمت ہے ہمارا اتحاد کیسے رہ سکتا ہے۔ چنانچہ دیکھنا ہمیں ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے ادارے، کوئی حفظ کرا رہا ہے، کوئی دینوی تعلیم ساتھ دے رہا ہے کوئی دونوں کو کمبائنڈ کر رہا ہے یہ چھوٹے چھوٹے اسلام کے

> **ہم نے یہ سفر نظریہ پاکستان کے تحت شروع کیا تھا جس کی منزل تھی گنبد خضراء' اللہ کا قرآن اور اللہ کی بارگاہ**

اسلحہ خانے ہیں یہی وہ تلواریں ہیں۔ جو یہ قاری صاحبان اور حفاظ صاحبان ان کو سان پر لگا رہے ہیں ان کو ڈھال رہے ہیں ان کو بنا رہے ہیں اور مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ یہ سارے بچے حفظ کر کے امام مسجد نہیں بنیں گے اب یہ سکولوں کالجوں کی زینت بن کر کل اعلیٰ سرکاری عہدوں پہ بیٹھے ہوں گے اور یہ کرنے کا کام ہے۔ کرنے کا کام یہ ہے کہ نماز تو کوئی نمازی آگے کھڑا ہو جائے، پڑھا سکتا ہے۔ لیکن وہ ادارے پورے ملک کو نکیل ڈال کے رکھتے ہیں وہاں آپ کے کتنے نمائندے ہیں جو دین بھی جانتے ہوں، قرآن بھی جانتے ہوں، اور جدید تعلیم بھی ہو کوئی بھی نہیں۔ بات ون سائیڈ ہو گئی ہے دین والے مساجد میں گھر گئے ہیں اور جو حکمران اور سرکاری دفاتر میں ہیں انہیں دین کسی نے بتایا ہی نہیں۔ اب یہ ضرورت ہے کہ اس میں پل تعمیر کئے جائیں اس کی بریجنگ کی جائے اور یہ ننھے مجاہد جو ہیں یہ قرآن کا نور ساتھ لیکر کالجوں سے ہوتے ہوئے اُن اداروں کے سربراہ بنیں۔ یہ تو ایک فطری پراسس ہے ایک عمل ہے۔

الحمد للہ بہت دیر بعد شروع ہوا لیکن شروع ہو گیا ہے یہ پہلے دن ہونا چاہئے تھا بڑی دیر بعد ہوا لیکن شروع ہو گیا۔ میرا آپ کا ہم کہاں سے ابتدا کریں۔ میرا خیال ہے ہم نے بڑے نعرے لگائے' کشمیر آزاد کرائیں۔ ہم نے بڑے نعرے لگائے ' اسلام نافذ کرو' بڑی تحریکیں چلائیں' سب کچھ لیکن سارا کچھ اختلافات اور انتشار کی نذر ہوتا گیا سرکاری ایجنسیاں در آئیں۔ دو چار بندے خرید لئے باقیوں کو رسوا کر دیا کسی کو جیل میں ڈال دیا کسی کا کاروبار بند کر دیا۔ اب میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے فساد نہیں کرنا چاہئے۔ کسی غریب کی بس نہیں جلانا چاہئے' یا کسی غریب کی دکان نہیں لوٹنا چاہئے' لیکن اپنا حق ضرور مانگنا چاہئے میں سمجھتا ہوں ہمارا حق ہے نظریہ پاکستان ہمیں نظریہ ضرورت کی ضرورت نہیں ہے۔ میری ذاتی رائے میں غزوۃ الہند کی ابتدائی اینٹ یہ ہے کہ پاکستان کا مسلمان اپنے نظریہ پاکستان کی واپسی بحال اور اُسے زندہ کرنے کا مطالبہ کرے کیا آپ اتفاق کرتے ہیں۔ تو میرے بھائی اس بات کو گلی گلی، کوچے کوچے، پہنچا دو۔ ہر دروازے پہ دستک

دو ہر مسلمان کو یاد دلاؤ کہ ہم نے یہ سفر نظریہ پاکستان کے تحت شروع کیا تھا جس کی منزل تھی گنبد خضرا، اللہ کا قرآن اور اللہ کی بارگاہ۔ یہ درمیان میں ہمیں فریب دے کر نقلی نظریے بنا کر چھوڑ گئے ہیں کوئی جھگڑا نہیں، کون حکمران ہے جو حکمران ہے حکومت کرے۔ جس پارٹی کی اسمبلی میں اکثریت ہے، رہے۔ جسے ووٹ ملے ہیں وہ رہے ہمیں ہمارا نظریہ پاکستان لوٹا دیں یہ عمل از خود ہر ایک سے انصاف کر لے گا۔ جو کسی غلط جگہ پہ بیٹھا ہے اُسے بھی اٹھا دے گا اور جو جس جگہ کا اہل ہے اُسے وہاں پہنچا دے گا شرط یہ ہے کہ قران وسنت ہمارے پاس واپس آ جائے۔

ابھی ہم پر کافرانہ نظام کی حکومت ہے اور صرف ہم پر نہیں پوری دنیا میں چند عرب ریاستوں میں صرف حدود نافذ ہیں ورنہ سود وغیرہ یہاں سے زیادہ چل رہا ہے اور سارا سسٹم چل رہا ہے اور دنیا بھر کے مسلمان حکمران امریکہ بہادر کے سامنے سجدہ ریز ہیں سوائے صدام حسین کے وہ بھی نہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے نہ امریکہ کو کرتا ہے دونوں طرف اکڑا ہوا ہے اور مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم نے تو بڑی قربانی دی اور اپنے ہاتھوں افغان مجاہدین کو جنہوں نے خلافت اسلامیہ کو زندہ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی ہم نے اُن کے ہاتھ پاؤں پکڑ کر انہیں ذبح کرایا کس لئے امریکہ ہم پر خوش ہوگا۔ امریکہ اُدھر سے فارغ ہو گیا ہے وہ کہتا ہے کہ تم بھی بدمعاش ہو۔ ہمارا یہ دورہ روس ہمارا روس کے ساتھ محبت کا پیغام نہیں ہے یہ اُدھر سے ناامیدی ہے جو ہمیں اُدھر لے گئی ہے تیس سال بعد اگر گئے ہیں تو روس بھی اتنا بچہ نہیں ہے وہ بھی سمجھتا ہے کہ اب اُدھر سے جوتے پڑنے کا ڈر ہے اب دعائیں مانگی جاتی ہیں خدا کرے ہماری باری نہ آئے باری تو آئے گی بھائی صاحب باری کیسے نہ۔ باری نہ آئے گی تو غزوۃ الہند برپا کیسے ہوگا۔ ہم تو اُس باری کے لئے الحمدللہ تیار ہیں ہماری باری آنی چاہئے شہادت ہوگی وہ شہید ہوں گے جو بچیں گے وہ فاتح ہوں گے انشاء اللہ۔ شکست کا لفظ اسلام کی لغت میں نہیں ہے مسلمان کو کبھی شکست نہیں ہوتی اور آپ اسی شہر کو دیکھ لیں کتنے ادارے بنا دیئے ہیں بچوں کے ذہن اور دل کو اللہ کا نام نقش کرنے کے لئے اور یہ صرف ایک شہر نہیں ہے۔ آپ پورے ملک میں پھر لیں ہر جگہ دیہات میں دیکھیں ایک طرز بن گئی ہے کہ اب ہر کوئی قرآن کو سمجھنا چاہتا ہے، سیکھنا چاہتا ہے، پڑھنا چاہتا ہے، خصوصاً آنے والی نسل میں یہ جذبہ زیادہ ہے اور ہم جو زندگی کی پون صدیاں گزار چکے ہیں ستر سال پر تو میں بھی کھڑا ہوں کیا ہم جاتے جاتے ایک دفعہ پھر اس نظریے کو اپنے خون سے دیواروں پہ نہ لکھ جائیں ہم پھر اپنے حق کا مطالبہ کریں لیکن یاد رکھیں کسی تحریک کی تباہی دہشت گردی میں ہوتی ہے اور ایجنسیاں کوشش کرتی ہیں جہاں دس بندے ہوں وہاں فساد کرایا جائے اگر احیائے اسلام کے لئے ہمیں نظریہ ضرورت کو سامنے لانا ہے تو کوئی فساد نہیں ہونا چاہئے کسی کی دکان نہیں جلنی چاہئے، کسی کافر غیر مسلم کو بھی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ کسی کی بس نہیں جلنی چاہئے، کسی کا راستہ نہیں روکا جانا چاہئے، لیکن ہر بندہ اپنا مطالبہ لے کر ہر گلی سے نکلے کہ ہمیں ہمارا نظریہ پاکستان واپس دو۔ انشاء اللہ العزیز یہ پُر امن تحریک بڑے بڑے جوانوں کے چھکے چھڑا دے گی اور انہیں یہ نظریہ واپس کرنا ہوگا۔

شہنشاہ ایران پوری قوت سے تخت پر جلوہ افروز تھا اور یہی امریکہ بہادر اُس کی پشت پر کھڑا تھا لیکن عوامی سیلاب کے سامنے کھڑا نہیں ہو سکا اور بھاگتے ہوئے اُس سے کسی نے پوچھا تھا کہ شہنشاہ تیرے پاس تو دنیا کی جدید فوج اور جدید اسلحہ ہے تو تُو کیوں بھاگ رہا ہے اُس نے کہا میرے پاس دنیا کے ہر ہتھیار کا جواب ہے لیکن جو پتھر گلی سے آتا ہے اُس کا توڑ میرے پاس نہیں ہے۔ ہم اُن سے اتفاق کریں نہ کریں اُن کے اسلام کو اسلام مانیں نہ مانیں جسے وہ اسلام سمجھتے ہیں وہ تو انہوں نے نافذ کر دیا۔ اور بغیر کشت وخون کے کیا لوگ کہتے ہیں بڑے لوگ قتل ہوئے وہ کہتے ہیں ہم نے اپنی عدالتیں بنا کر جو ہماری راہ میں رکاوٹ اور اسلام کے خلاف تھے انہیں عدالتوں سے سزا دلوا کر مارا۔ انقلاب سے تو کوئی نہیں مرا۔

یہاں بھی ایک ایسے پُر امن انقلاب کی ضرورت ہے کہ ہر بچہ، جوان، بوڑھا ہر گھر سے صدا آئے کہ ہمارا نظریہ پاکستان ہمیں لوٹاؤ۔ حکومت کس کی ہے، علماء کی ہے، جرنیلوں کی ہے یا فوج کی ہے سول کی ہے اس سے سروکار نہ رکھو یہ نظریہ زندہ ہوگا تو ہر چیز اُس کی اپنی جگہ پر آ جائے گی۔ اللہ کریم ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور ہم بوڑھوں کو ان نوجوانوں کے لئے کوئی راستہ کوئی سنگ میل متعین کرنے کی توفیق عطا کر دے۔ آمین

یقیناً

دلوں کا اطمینان

اللہ

کے ذکر میں ہے

منجانب

احمد دین

ٹیکسٹائل ملز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مینوفیکچررز آف PC یارن

ہیڈ آفس

پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد

667571

667572

جہاد

ہماری موجودہ حالت کیا سے کیا ہو چکی ہے اس کے متعلق ایک حدیثِ پاک ہے'' جب میری امت دنیا کی عظمت میں کھو جائے گی تو اسلام کی ہیبت ان کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا شروع کر دے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی''۔ (ترمذی)

آسیہ اعوان
☆☆ راولپنڈی ☆☆

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیمِ o

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیمِ o

اِنَّمَا الْمُؤمِنُونَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا بِاللّٰہِ وَرَسُولِہٖ
ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوا وَجَاھَدُوْا
بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ
اُولٰئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ o (الحجرات)

بے شک مومن وہی ہیں جو اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لائیں اور پھر نہ ڈگمگائیں بلکہ خدا کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں اور یہی لوگ سچے ہیں۔

جہاد، جہد سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے اپنی پوری طاقت ولیاقت خرچ کر کے کسی کام کے لئے کوشش کرنا۔ اسلام کے نقطہ نگاہ میں جہاد سے مراد دو طرح کی دفاعی کوشش ہے ایک وہ جو اپنے وطن اور دین کو دشمن کی زد سے محفوظ رکھنے کیلئے کی جائے اور دوسری وہ کوشش جو اپنے نفس کو شیطانی محرکات سے بچانے کیلئے کی جائے۔

مخالفینِ اسلام جہاد کو صرف کفار کے ساتھ جنگ کے محدود معنوں میں لیتے ہیں حالانکہ قرآن، حدیث اور لغت تینوں کی رو سے یہ لفظ کثیر المقاصد ہے جبکہ جنگ کیلئے عربی زبان میں مخصوص لفظ حرب یا قتال ہے۔ نیز جنگ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس کا مقصد کسی ملک کو ختم کرنا، اس پر قبضہ کرنا اس کے لوگوں کو نیست و نابود کرنا، پھر وہاں اپنا ذاتی اقتدار قائم کر کے اس قوم کو اپنا غلام بنانا اور مال و منال جمع کرنا ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے چاہے مویشی، فصلیں، آبادیاں اور انسان تباہ کرنے یا جلانے پڑیں کسی بھی حد سے گزرنے سے گریز نہیں کیا جاتا۔

جبکہ جہاد وہ لڑائی ہے جو قرآن کی رو سے مندرجہ ذیل وجوہ کی بناء پر لڑی جاتی ہے ایک مدافعت وحفاظت کیلئے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے کہ

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوا

''ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے لڑنے کی جن پر ظلم کیا گیا''

مثلاً جس طرح افغانستان کے ساتھ ہوا ایک طاقتور ملک نے طاقت کے نشے میں چُور ہو کر ایک کمزور ملک کے بخیئے ادھیڑ کر رکھ دیئے۔ جن کا جرم فقط یہ تھا کہ انہوں نے عزت وناموس سے عاری تہذیب مغرب کا حصہ بننے سے عمداً انکار کر دیا۔ انکار تو ہم بھی کرتے ہیں مگر فقط زبان سے ورنہ عمداً ہم مفاد پرست اور عیش کوش ہو چکے ہیں۔ اسی لئے اب تک اغیار کی بساط کا مہرہ بنے ہوئے ہیں ان کے حلق میں اٹکنے والا کانٹا نہیں۔ افغانوں نے یہ جرات کی تو انہیں آنے والی کئی دہائیوں تک کے لئے مفلوج کر کے رکھ دیا گیا۔ انہیں نابود نہ کیا جاسکا اور وہ جب بھی اپنے پیروں پہ کھڑے ہونے کے اہل ہوں گے اسلام کا علم ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ وہ صحیح معنوں میں مجاہد ہیں اور جہاد ان کی گھٹی میں پڑ چکا ہے۔ اس راہ میں اللہ اُن کا حامی و ناصر ہو۔ آمین۔

دوسری صورت جس میں جہاد کی اجازت ہے وہ نقضِ عہد کرنے والوں کو سبق سکھانے سے متعلق ہے۔ گویا دوسرے لفظوں میں اسلام کا درس یہ ہے کہ ایک تلوار دوسری کو میان میں رکھتی ہے۔ بار بار معاہدات توڑنے

والوں کے بارے میں حکم ہو رہا ہے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ ٥

''سو اگر تو ان کو جنگ میں پائے تو انہیں عبرتناک سزا دے کر منتشر کر دے''

حالیہ دور میں اس کی مثال ہمارے ہمسایہ ملک ہندوستان سے بدتر اور کون سی ہو سکتی ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان بنا اور ۱۹۴۸ء میں جواہر لال نہرو مسئلہ کشمیر لے کر اقوام متحدہ میں گیا۔ کشمیری عوام کی گلوخلاصی کے لئے استصواب رائے کے حق میں قرارداد منظور ہوئی جس پر اب ۲۰۰۳ء تک عملدرآمد نہ ہو سکا۔ جس کا تمام تر سہرا ہندوستان کے سر جاتا ہے جو یہ چاہتا ہی نہیں کہ کشمیری مسلمان اس کے چنگل سے آزاد ہو کر مملکت اسلامیہ پاکستان کا حصہ بن سکیں۔ تو یہ ایک مثال ہے اس کے علاوہ بھی مہاجرین کی بحالی اور دریائی پانی کی تقسیم کے معاہدوں سے لے کر ۶۳، ۶۵ء اور ۷۱ء کی جنگوں کے بشمول حالیہ کشمیر، سیاچن اور دیگر محاذوں پر آئے دن گولہ باری، اشتعال انگیز بیان بازی اور ایٹمی دھماکے کر کے ہندوستان نے ہمیشہ ہی تمام معاہدوں کو جوتے کی نوک پہ رکھا اور امن کو بالائے طاق۔ ایک ہم ہیں کہ قرآن کے اس حکم پہ عمل کرنے کی بجائے کہ

فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ

(نقض عہد کرنے والوں سے لڑائی کا موقع آ جائے تو) ''پس انہیں ایسا عبرتناک سبق سکھاؤ کہ منتشر ہو جائیں اور ان کی آنے والی نسلیں نصیحت پکڑیں''۔

ہم تو نہرو کی طرح امن پسند لوگ ہیں کہ جب روم جل رہا تھا وہ بانسری بجا رہا تھا۔ ہم بھی مذاکرات کی میز سجائے تر لے ڈالتے اور مزاج یار کی گرمی ماپتے اور سراپا الفت بن کر ٹھنڈا کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔ اسلام کے اس سنہری اصول کو پس پشت ڈال کر کہ پائیدار امن قائم کرنے کی واحد صورت یہ ہے کہ فقط

52 مسلم ریاستوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے کہ جس طرف سے کسی کو ذرا بھی کھٹکا ہو کہ ایک مسلم ریاست کو تاراج کرنے کے بعد ہم دوسری پہ چڑھ دوڑے ہیں

مذاکرات و معاہدات پہ اکتفا نہ کیا جائے بلکہ ان کی پاسداری کو بھی یقینی بنایا جائے۔ اور جو قوم بار بار اپنا عہد توڑ ڈالتی ہے تو یاد رکھو! ایک تلوار دوسری کو میان میں رکھتی ہے جو اپنے معاہدوں کی حفاظت نہیں کر سکتے وہ اپنی حفاظت کیونکر کریں گے؟!۔

جہاد کی تیسری صورت مظلوموں کی دستگیری ہے۔ اللہ اپنی مخلوق کے حال سے بے خبر نہیں رہتا کہ وہ اس کا خالق و مالک ہے۔ وہ قرآن میں اس طرح منظر کشی فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ٥ (النساء)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے جو یہ کہتے ہیں اے ہمارے رب نکال لے ہم کو اس بستی سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور بنا ہمارے لئے اپنی جناب سے کوئی حمایتی اور اپنی جناب سے ہمارے لئے کوئی معاون و مددگار بنا۔

اس طرح کی صورت حال سے تو دنیا بھری پڑی ہے۔ وہ بوسنیا ہو، چیچنیا ہو، فلسطین ہو یا کشمیر، خون مسلم کی ارزانی نہیں جاتی۔ آج کل اس ریاستی دہشت گردی کا شکار عراق ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ ہماری طرح ریت میں سر دبا کر اور آنکھیں بند کر کے جینے کی بجائے سر اٹھا کر اور کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جینے پہ بھروسہ رکھتا ہے اور اس کا جرم اس وقت اور بھی سنگین نوعیت اختیار کر جاتا ہے جب اُس پہ اٹھنے والی تلوار اور روکنے والے ہاتھ، دست قاتل کا زور بازو بن جاتے ہیں۔

مسلمان جن کا دین یہ کہتا ہے کہ

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور دشمن کے مقابلے میں اس طرح ہو جاؤ۔

کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْص

(گویا تم سیسہ پلائی دیوار ہو) وہ سب مسلمان ممالک کفر کے چیمپئن اور شیطان کے دست راست امریکہ کو یہ عندیہ دینے کی بجائے کہ ہمارے مسلمان بھائی کی طرف میڑھی نظر سے دیکھنے والی آنکھوں کو ہم ابدی نیند سُلا دیں گے وہ اسے اپنی زمین، اپنے سمندر اور اپنی فورسز مہیا کرتے ہیں

وہ آئے گھر ہمارے خدا کی قدرت

کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

ہم کفر کی مدد کو اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتے ہیں اور ۵۲ مسلم ریاستوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں ہے کہ جس طرف سے کسی کو ذرا بھی کھٹکا ہو کہ ایک مسلم ریاست کو تاراج کرنے کے بعد ہم دوسری پہ چڑھ دوڑے ہیں تو کہیں کسی کی حمیت دینی جوش ہی میں نہ آ جائے اور انہیں اپنے نبی کا یہ درس یاد نہ آ جائے کہ ''تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک حصے میں بھی اگر تکلیف ہو تو سارا جسم بے چین ہو جاتا ہے۔''

ہم اس لائق ہوتے تو یہ نوبت ہی کیوں آتی۔ ہم تو اپنی باری آنے تک کی مہلت میں ہی دنیا کے مزے لوٹ لینا چاہتے ہیں۔

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ان مظلوموں کو یاد کر کے ہم اپنا موڈ اور دن خراب نہیں کرنا چاہتے جن پہ آگ اور لوہا برس رہا ہے۔ جو اپنی زمین پہ، اپنے ملک میں اپنے ہی گھروں کے اندر محفوظ نہیں ہیں اور ہماری طرف آس لگائے بیٹھے ہیں۔ ہم تو ان کی پکار کی طرف توجہ نہیں دیتے لیکن ان کا پیدا کرنے والا ان کی طرف سے غافل نہیں ہے ان کے درد کو جانتا ہے اور ان کی تکلیف کا ذرہ ذرہ حساب اس کے پاس موجود ہے پھر بھی وہ ہمارے مردہ ضمیر کو

جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے۔

''اور تم کو کیا ہے کہ میری راہ میں جنگ نہیں کرتے ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی داد رسی کیلئے جو کسی حمایتی اور معاون کا انتظار کر رہے ہیں اور پکار رہے ہیں''۔

جہاد فی سبیل اللہ کی آخری صورت یہ ہے کہ حکومت اسلامی ایسے ملک اور ایسی قوم کے خلاف اٹھ کھڑی ہو جو اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد کو فروغ دے رہی ہو اور ہوسِ ملک گیری کے باعث دنیا کا امن تہہ و بالا کر رہی ہو چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ

وقاتلوھُم حتی لا تکون فتنہ ویکون الدین للّٰہo

تم ان سے لڑتے رہو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ کیلئے خالص ہو جائے۔

گویا واضح لفظوں میں یہ حکم ہو رہا ہے کہ استعمار پسند حکومت کے خلاف اسلامی مملکت کو اقدام کرنے چاہئیں۔ بات اگر معاہدوں اور بین الاقوامی حدود و قوانین کے دائرے سے باہر جا رہی ہو تو زور بازو سے ظلم اور فتنے کا راستہ روکنا چاہئے۔ اللہ ہماری نفسیات سے بہت اچھی طرح واقف ہے اس لئے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہو رہا ہے کہ

کُتب علیکُمُ الْقتالُ وھُو کرہٌ لَّکُمْ وعسیٰ ان تکرھُوا شیاء و ھُو خیرٌ لَّکُمْo

تم پر لڑائی فرض کی گئی ہے اگر تم کو ناگوار محسوس ہو رہی ہو لیکن یہ ممکن ہے کہ تم کو ایک چیز ناگوار گزرے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

جنگ میں کسی کے لئے کیا بہتری ہو سکتی ہے؟ تو اس کا بھی جواب موجود ہے کہ اپنی مدافعت یا مظلوم کی مدد کیلئے جنگ کرو، صرف ان سے لڑو جو تم سے لڑیں، بچے، بوڑھے اور عورت کو قتل نہ کرو۔ مویشی اور فصلیں نہ تباہ کرو اور لوٹ مار نہ کرو اور عبادت گاہوں کو منہدم نہ کرو۔ تو پھر جنگ کیونکر کرو اس لئے کہ

کُنْتُمْ خیرَ اُمّتہٍ اُخْرِجتْ للنّاس تامُرُون بالمُعرُوف و تنھُون عن المنکرo

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی

کے لئے پیدا کی گئی ہو تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔

ہماری موجودہ حالت کیا سے کیا ہو چکی ہے اس سے متعلق ایک حدیث پاک ہے "جب میری امت دنیا کی کی عظمت میں کھو جائے گی تو اس اسلام کی ہیبت ان کے قلوب سے نکل جائے گی اور جب یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب ایک دوسرے کو سب وشتم کرنا شروع کر دے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی"۔(ترمذی)

مقام عبرت ونصیحت ہے کہ کیا ہم اس نوبت کو پہنچ نہیں چکے کہ کسی مظلوم کی آہ ہم پہ کوئی اثر نہیں کرتی اس لئے کہ ہم دنیا میں کھو کر دین کی ہیبت کو بھلا چکے ہیں اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا تو در کنار ہم تو خود ہر برائی میں ملوث ہو چکے ہیں۔ بے پردگی وعریانی کو ہم نے فیشن کا نام دے ڈالا ہے اور مجرے کو آرٹ اور کلچر کہتے ہیں۔ رشوت وسفارش کا نام اپروچ اور سود کو منافع کہتے ہیں۔ ہم ظالم کا ہاتھ روکنے سے ڈرتے اور مظلوم سے نفرت کرتے ہیں۔ امیر کو حسد اور غریب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ نتیجتہ ہم وحی کی برکات سے محروم ہو چکے ہیں۔ تفرقہ بازی ہماری جڑیں کاٹ رہی ہے اور سب وشتم ہمارا شیوہ ہو چکا ہے۔ جس کے باعث اللہ کی نگاہ سے گر کر ہماری حیثیت راندہ درگاہ کی سی ہے۔ اس پر ہم اللہ کی ذات سے شاکی بھی بہت ہیں۔ ہمیں شکوہ ہے آخر یہ سب مسلمانوں کے ساتھ ہی کیوں ہو رہا ہے کبھی ہم اپنا کردار بھی دیکھ لیں تو معلوم ہو کہ

پڑی اپنے گناہوں پہ جو نظر تو جہاں میں کوئی بُرا نہ رہا

ابھی تو یہ نوبت ہے پھر اس سے اگلا بھی ایک مقام ہے۔ قرآن میں ہے کہ

عسیٰ ان یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ یقاتلون فی سبیل اللہ ویقتلون ویُقتلون ولا یخافون لومۃ الائمo

جہاد بالنفس، بالمال، باللسان اور بالسیف جس کا جب جب موقع آئے اللہ کی راہ میں ہچکچاؤ مت اور اپنی طرف سے پوری ہمت وطاقت کے ساتھ برائی کا راستہ روکنے کی کوشش کرو۔

اور اس کو قتل کیا جائے اور جو کسی پراپیگنڈہ کرنے والے کے پراپیگنڈے سے نہ ڈرتی ہو۔ ہم نے اسلام کا بیڑہ نہ اٹھایا اور سلامتی کی راہ نہ اپنائی تو وہ ہماری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا۔ کہ اسے بندوں کی محتاجی نہیں ہے ہاں اس کی راہ میں جان، مال زبان غرض ہمہ وقت ہر طرح سے برسرپیکار رہنے میں ہماری اپنی بقا اور فلاح دارین کا راز مضمر ہے۔ اور اس میں ہمارے لئے سعادت مندی ہے۔ اس کے لئے ہمیں خارجی اور داخلی دونوں سطح پر جہاد کرنا ہوگا یعنی پہلے جہاد بالنفس کرنا ہوگا کہ حضور ﷺ نے اسے جہاد اکبر قرار دیا ہے۔ سب سے پہلے خود سے لڑنا ہوگا کہ حدیث پاک ہے۔

''بہترین جہاد یہ ہے کہ خدا کے لئے اپنے نفس اور خواہش کے خلاف جہاد کرو''۔

جب خود کو سیدھا کرلو تو پھر دنیا سے فتنہ وفساد ختم کرنے اور بُرائی کے خاتمہ کیلئے کوشاں ہو جاؤ۔ اور اپنی زندگی اسی راہ میں بسر کر ڈالو۔ جہاد بالنفس، بالمال، باللسان اور بالسیف جس کا جب جب موقع آئے اللہ کی راہ میں ہچکچاؤ مت اور اپنی طرف سے پوری ہمت وطاقت کے ساتھ بُرائی کا راستہ روکنے کی کوشش کرو اور نتائج کو اللہ کے سپرد کر دو۔ کہ ہم ان کے مکلف نہیں ہیں ہم تو اپنی کوشش کرنے کے مکلف ہیں۔ حق وصداقت اور انصاف کا ایسا علم بلند کرو کہ جس کے سائے تلے مسلمان تو مسلمان کافر کو بھی انصاف اور امن وسکون مہیا ہو۔

پس یاد رکھو!

'' جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صبح یا شام دنیا کی تمام نعمتوں پر افضل ہے جن پہ سورج نکلتا اور غروب ہوتا ہے۔ (الحدیث)

دعائے مغفرت

☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد علی کے والد وفات پا گئے ہیں
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی اختر حسین کی ہمشیرہ وفات پا گئی ہیں۔
☆ سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد افضل (کوئٹہ) کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ دوست احباب سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

سفید نسل کا اخلاقی بوجھ

قاضی محمد جمیل (سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان)
(مترجم لیفٹیننٹ کرنل (ر) عبدالقادر ستارہ جرات)

آج سفید النسل انسان ایک اور بڑے بوجھ سے آزاد ہو گیا ہے۔ اور اس کیلئے اسے ہزاروں معصوم انسانوں جن میں بچے اور عورتیں شامل تھیں صفحہ ہستی سے مٹانا پڑا۔ ہزاروں دوسرے لوگوں کو مختلف اعضا جسمانی سے محروم کرنا پڑا۔ اس بے دریغ ہوائی بمباری سے پیدا ہونیوالی زہریلی گیسوں سے آئندہ آنیوالی عراقی نسل کو معذوری کے امکان سے دوچار کرنا پڑا۔ اس کے جواب میں کیا اتحادیوں کو وسیع پیمانے پر تباہی پہنچانے والے ہتھیار ہاتھ لگے یا اُن کے خلاف استعمال ہوئے؟ لیکن تیل کے ذخائر پر کنٹرول حاصل کرلیا گیا۔

آپ کو یاد ہوگا کہ وہ افریقہ میں اپنا بوجھ اتارنے گئے اور سیاہ فام اقوام کو غلامی کی صورت میں ''آزادی'' دلوائی۔ جنہیں امریکہ پہنچایا گیا۔ انہیں امریکی منڈیوں میں بیچا اور خریدا گیا۔ حیرت ہے کہ سفید نسل نے فراخدلی دکھائی اور انہیں بھی امریکیوں میں شمار رکھا۔

آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ انہوں نے مقامی ریڈ انڈینز کا بوجھ کس احسن طریقے سے اتارا۔ ان بری اور جنگجو لوگوں کو جنہیں سونے اور جائیداد کا کوئی تصور نہیں تھا۔ کمال ہوشیاری سے انہیں ان دونوں چیزوں سے محروم کر دیا اور اُن کے انصاف کی داد دینی چاہیے کہ کیسے اپنے اُن یہودیوں کو جو ایک عظیم آرین ہٹلر سے بچ نکلے تھے مشرق وسطیٰ کے آتش فشاں دھانے پر لا کر آباد کیا۔ چاہے اس عمل میں تمام فلسطینی بے وطن اور بے گھر ہو گئے۔ اور عیسائیت کے نام پر باقی تمام مذاہب کو مٹانے کی سعی کی اور اُن کے ماننے والوں کو جبری طور پر اپنے مذہب میں داخل کیا۔ بہت پرانی لیکن پھیلتی اور پھولتی تہذیبوں کو اپنے وحشی لشکروں کے پاؤں تلے روند ڈالا۔ اس حوالے سے آپ نے جنوبی امریکہ میں بسنے والے Incas اور Mayas کے بارے میں تو ضرور پڑھا ہوگا۔

گوتم بدھ، نانک اور شاہ ولی اللہ جیسی ہستیاں پیدا کرنے والے برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے لوگ بھی اُن کیلئے ذمہ داری کا ایک بہت بڑا بوجھ بنے ہوئے تھے۔ ایک تجارتی کمپنی کے روپ میں آئے اور ہمارے تمام وسائل پر قابض ہو گئے۔ ۱۸۵۷ء میں ملکہ وکٹوریہ نے کمال مہربانی اور شفقت فرما کر ہمیں سلطنت برطانیہ کا حصہ بنا دیا۔ نتیجتاً ہمارا مِلّی تفاخر اور شاندار تاریخ مٹی کے ڈھیر ہو گئے۔ برٹش انڈیا کا نظام چلانے کیلئے ہمیں بابو بنا دیا اور ہماری تمام دولت برطانیہ روانہ کر دی گئی۔ عالمی طور پر بپا ہونیوالا صنعتی انقلاب ہمارے گرد اگرد بنے ہوئے سامراجی حصار کو عبور نہ کر سکا۔ ہمارے سیاسی رہنماؤں کی تربیت اپنی درسگاہوں میں اور باقی قوم کو شعوری طور پر ذہنی غلامی سے ہمکنار کیا۔ ہم نے ایک دوسرے کو ذبح تو کیا لیکن ہمیں آزادی کی بھٹی سے گزرنے کا موقع نہ ملا۔ آزادی ہم تک گول میز کانفرنسوں کے ذریعے سے پہنچی۔ جب انگریز دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں معاشی طور پر بدحال ہوا تو برطانوی پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے ہم سے گلوخلاصی حاصل کر لی۔ اُن کا ایک اور بوجھ اسطرح خوش اسلوبی سے اُتر گیا۔ برطانیہ اپنی روایتی انصاف پسندی کا بھرم رکھتے ہوئے ہمیں منقسم اور افراتفری کے عالم میں چھوڑ گیا جس میں اُس نے یہاں قدم رکھتے وقت پایا تھا۔

سفید نسل نے لاکھوں جاپانیوں پر ایٹم بم اُس وقت گرائے جب جنگ اختتام پذیر تھی۔ اب انہوں نے عراق کو ایک ایسے ظالم اور جابر سے نجات دلا دی ہے جس کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار تھے۔ کیا کسی نے ان ہتھیاروں کے استعمال کے بارے میں سُنا؟

اور اس کے باوجود تم آزادی اور جمہوریت کے نام پر جھوٹ گھڑے جا رہے ہو۔ خود پاس کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہو اور میڈیا کے ذریعے بھوکے عراقیوں کو لوٹ مار میں مشغول دکھا رہے ہو اور اسکے برعکس اپنے ''رحمدل'' حملہ آور فوجیوں کو پیاسے عراقیوں کو پانی پلاتے ہوئے پیش کر رہے ہو۔ وہی پانی جس کے ذخیرے تم نے اپنے ہاتھوں تباہ کئے۔ کیا خودکش فدائین کے خوف سے نہتے بچوں پر گولی چلانا تمہارا حق بنتا ہے؟ سفید چمڑی بہت قیمتی ہے! اُس کی حفاظت کیلئے غیر مسلح افراد کو قتل کرنا انتہائی ضروری ہے۔ حالات جیسے بھی تھے یا ہیں ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے امریکی اور برطانوی اپنے گھروں میں بالکل محفوظ ہیں۔ اسرائیل محفوظ ہے! تیل محفوظ ہے۔

اور اُن کے تیز تیز جبڑے ہلاتے ہوئے نامہ نگاروں پر نظر ڈالیں۔ اپنے ٹی وی (جو انسانی ذہن کو ایک مخصوص ڈھانچے میں ڈھالنے کا کام کر رہا ہے) کو آن کریں۔ دن ہو یا رات ہو مسلسل مختلف النواع کہانیاں اُگل رہے ہیں۔ نامہ نگاروں میں کسی ایک نے یہ نشر کرنے کی جسارت کی کہ بغداد کو تباہ کیا جا رہا ہے تو اُسے فوراً برطرف کر دیا گیا۔ بغداد تو آزاد کرایا جا رہا ہے۔ یہ کہو!

ٹی وی سکرین وڈیو وار گیم میں تبدیل ہو چکی ہے۔ ایک عظیم انسانی المیہ الفاظ کی ہیر پھیر میں گم ہو گیا ہے۔ بناوٹ نے سچائی کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔ لڑائی کی حقیقت کو سمجھنے کیلئے دونوں بازوں سے محروم ادھ جلے بچے کی تصویر کا سامنا ضروری ہے۔ کیا وہ بازو جو تم نے اڑائے ہیں اسے واپس دے سکتے ہو؟

اور ان سب چیزوں کے باوجود میں اُن کی شاعری، سازو آہنگ اور مصوری میں پناہ ڈھونڈتا ہوں۔ میں اُن کے اُن کروڑوں عوام میں شامل ہوں جو جنگ کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں۔ اُن کے لیڈروں کی آدم خوری، وقتی طور پر فراموش کر دیتا ہوں۔ یہ بھی تو ایک فریب ہے کہ وہ اپنے لوگوں کی صحیح نمائندگی کرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو کیسے معاف کیا جا سکتا ہے جو ظلم کو خاموش تماشائی بن کر دیکھتے رہے۔ اُن لوگوں کے ذہنوں میں جو بربریت اور ظلم کا نشانہ بنے ان کے بارے میں کیا تصور ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تاریخی طور پر کروڑوں انسانوں کو بربریت کا نشانہ بنایا جسے Rudyard سفید آدمی کے اخلاقی بوجھ سے تعبیر کرتا ہے۔

برٹش انڈیا کا نظام چلانے کیلئے ہمیں بابو بنا دیا گیا اور ہماری تمام دولت برطانیہ روانہ کر دی گئی۔

دوام ذکر کیسے حاصل ہو؟

فرمایا:- دوام ذکر دوام توجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ کثرت ذکر سے دوام توجہ نصیب ہوتی ہے، ایک کیفیت نصیب ہو جاتی ہے جیسے کسی بھی کام کو مسلسل کرنے والے دنیاداری میں بھی آپ دیکھ لیں، جواری، شرابی، بٹیر لڑانے والے اتنے اس میں منہمک ہو جاتے ہیں کہ وہ کام کر رہے ہوتے ہیں، بات کسی اور کی کر رہے ہوتے ہیں، کھانا کھا رہے ہوتے ہیں غرضیکہ کوئی بھی کام کر رہے ہوتے ہیں ساتھ اپنے اس شغل کی بات بھی چل رہی ہوتی ہے۔ تو جس طرح ان کا ہاتھ کام سے اٹکتا نہیں اس طرح کثرت ذکر سے یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

فرمایا۔ اگر لطیفہ قلب جاری ہو جائے اور بفضل اللہ ایک توجہ میں ہو جاتا ہے تو ذکر میں غفلت نہیں آتی۔ قلب ذکر کرتا ہی رہتا ہے اس کی قوت کی فریکونسی الگ ہوتی ہے کہ شروع میں وہ بہت تھوڑی ہے محسوس نہیں ہوتی۔ پھر ذرا مضبوط ہو جاتی ہے پھر اور مضبوط حتیٰ کہ ایک ایسے درجے پر پہنچ جاتی ہے کہ آدمی مدامتوجہ ہو نہ ہو اس کے مادی دماغ میں سے بھی پھر اللہ کی یاد نکلتی نہیں۔ وہ اس میں اتنا مضبوطی سے جڑ جاتا ہے کہ کام خواہ دنیا کا ہی کر رہا ہو۔ مدامتوجہ نہ ہو تو بھی عظمت الٰہی اس سے اوجھل نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اس درجے کو نہ پہنچے تو جیسے ہی لطیفہ قلب جاری ہو جائے تو ذکر منقطع نہیں ہوتا، لطائف کا ذکر موت سے بھی ختم نہیں ہوتا وہ مسلسل اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ بدن کے ذرات ذاکر ہو جاتے ہیں۔ اقتباس از کنز الطالبین

اے اللہ!

ہمیں جذبہ جہاد اور
جذبہ شہادت عطا فرما

U.K. گارمنٹس (انٹرنیشنل)

ایکسپورٹرز اینڈ مینوفیکچرز
آف ہوزری گارمنٹس

گارمنٹس اور بہترین ہوزری مصنوعات
یورپ اور امریکہ کو ایکسپورٹ کی جاتی ہیں

برائے رابطہ:- پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون نمبر:-665971

مِن الظلمٰت الی النور

مینارہ سکول کے آخری اجتماع کے موقع پر اللہ کریم نے روحانی بیعت کی سعادت عطا فرمائی۔ حضرت جیؒ نے نام لے لے کر پیش کیا۔ آقائے نامدار ﷺ کے دست اقدس پر بیعت اور آپ کے دست اقدس سے قرآن پاک کی وصولی کے بعد حضرت جیؒ کے یہ الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں اور میں اکثر ساتھیوں سے بھی کہا کرتا ہوں کہ آج کے بعد آپ کی حیثیت بدل گئی ہے اگر اب گناہ کرو گے تو دگنا عذاب ملے گا۔

اللہ دتہ تمیمی
☆☆ لاہور ☆☆

حضرت جی مولانا اللہ یار خانؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کریم جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اس کا تعلق اپنے نیک لوگوں کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں۔ اور اپنے بارے میں بھی ارشاد فرمایا کہ میرے پاس آنے والا آدمی بد بخت نہیں رہتا اور حقیقت میں مجھ سیاہ کار پر یہ اللہ کریم کا احسان ہے کہ اس نے اپنے ان نیک لوگوں کے ساتھ تعلق جوڑا۔ یہ غالباً مارچ اپریل 1974ء کی بات ہے کہ پی این ایس کارساز کراچی کی مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد دو قریبی دوست ظہور احمد اور مظہر احمد صاحب نے ذکر کی دعوت دی۔ بندہ ان کے ساتھ مسجد کے بائیں طرف گیا۔ وہاں پر ساتھی خورشید صاحب نے ذکر کے بارے میں بتایا اور مجھے ایک نئے طریقے سے ذکر کرنے کی ترغیب دی۔ بندہ نے بلا سوچے سمجھے ذکر شروع کر دیا۔ ذکر کے بعد بتایا کہ تہجد کے وقت بھی ذکر ہوتا ہے تو میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی اٹھا لینا۔ الحمدللہ تہجد کے ذکر میں بھی شمولیت کی توفیق ملی۔

اللہ کریم کا احسان ہے کہ میں بچپن سے نمازی تھا اور دین مذہب کی طرف مائل تھا۔ دوران تعلیم جماعت اسلامی اور اسلامی جمعیت طلبہ کے ساتھ تعلق رہا۔ ملازمت کے دوران تبلیغی جماعت والوں سے بھی تعلق رہا۔ میں اکثر دوستوں سے کہا کرتا تھا کہ ہم نماز پڑھتے ہیں تو توجہ الی اللہ کیوں نصیب نہیں ہوتی۔ نماز میں دھیان کیوں نہیں جڑتا۔ کہا گیا کہ نماز کا ترجمہ یاد کرلو۔ وہ بھی یاد کرلیا۔ لیکن نماز میں توجہ کی کیفیت نصیب نہ ہوسکی۔

اللہ کریم نے جب سے ذکر کی توفیق دی آہستہ آہستہ میں نے محسوس کیا کہ مجھے نماز میں لذت آنے لگی ہے۔ نماز میں رقت طاری ہو جاتی ہے۔ اکثر تہجد سے بھی پہلے اٹھ جاتا اور مسجد میں ذکر شروع ہونے سے پہلے صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھ لیتا۔ چند دنوں کے بعد مجھے ذکر کی دعوت دینے والے دوست ظہور احمد صاحب نے طریقہ ذکر اور کیفیات وواردات پر اعتراض کرنا شروع کر دیئے۔ میرے پاس اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ لیکن میں اس کے اعتراضات کے جواب جو سمجھ میں آتا دے دیتا۔ لیکن میرے لئے حیرانی کی بات یہ تھی کہ ذکر ختم ہونے کے بعد انہی سوالات کے جوابات ذکر کرانے والے ساتھی بیان کر دیتے جو کہ میرے لئے تقویت کا سبب بن جاتے۔ دوسری بات یہ ہوئی کہ ظہور احمد صاحب سے اعتراض کرنے کی وجہ سے ذکر چھوٹنا شروع ہو گیا۔ ذکر کے ساتھ ہی تہجد بھی چھوٹ گئی۔ ذکر کرانے والے ساتھی اکثر یہ ہمیں بتا دیتے کہ ذکر شروع کرو گے تو شیطان تم کو ذکر سے ہٹانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرے گا کیونکہ جب ذکر شروع ہوتا ہے تو دل میں انوارات آتے ہیں اور جہاں انوارات آجائیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور جب کسی کو گھر سے نکالا جائے تو اسے بڑی تکلیف ہوتی ہے اور وہ بھی تکلیف دینے سے باز نہیں آتے۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ میں تو ذکر میں ویسے ہی آکر شامل ہو گیا لیکن اللہ کریم کا احسان ہے کہ ذکر میں شامل ہونے کے بعد دل

میں معرفت باری تعالیٰ اور قرب الٰہی کی طلب پیدا ہوئی۔ ایک دفعہ حضرت جیؒ کے پاس حاضر تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کریم نے مجھے دودھ کے بہت بڑے تالاب پر تقسیم کرنے والا مقرر کیا ہے۔ جو جتنا برتن لے کر آتا ہے یہاں سے بھر کے لے جاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی پیشاب والا برتن لے کر آجائے تو اس میں دودھ نہیں ڈالا جاتا۔ یہ بالکل میری طرف اشارہ تھا کہ ہم پیشاب والے برتن میں دودھ ڈلوانے گئے تھے جسے صاف کر کے دودھ والا بنایا گیا۔

ذکر میں شامل ہونے کے بعد دل میں شریعت مطہرہ پر پابندی سے عمل کرنے کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے بندہ نے اس وقت داڑھی نہیں رکھی تھی۔ اور پاکستان نیوی میں داڑھی رکھنے کے لئے کمانڈنگ آفیسر کی اجازت لینا پڑتی تھی۔ بندہ نے درخواست دی تو پہلے مرحلے میں میرے انجینئر نے میری درخواست پھاڑ دی کہ اس عمر میں داڑھی رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کچھ نہ بول سکا لیکن میں نے کہا کہ اگر میری درخواست آگے نہیں بھیجیں گے تو میں بغیر اجازت کے داڑھی رکھ لوں گا۔ چنانچہ دوسری دفعہ پر درخواست دی اور کمانڈنگ آفیسر کہنے لگا کہ داڑھی رکھنے کے بعد میں چیک کروں گا لیکن میں نے دل میں کہا اب داڑھی رکھ لی ہے تو انشاء اللہ یہ آپ کے حکم سے نہیں کاٹوں گا۔

حضرت جیؒ کی نظر شفقت اور توجہ غائبانہ طریقے سے مل رہی تھی۔ ذکر کرتے ہوئے تقریباً ایک سال کا عرصہ گزر گیا تھا۔ لیکن آپؒ کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ ۱۹۷۵ء میں آپ کراچی تشریف لائے اور آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کی فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔ مجھ سے پہلے ذکر کرنے والے بہت سے پرانے ساتھیوں کو روحانی بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور میں بھی سوچتا کہ کیا میں بھی کبھی اس سعادت سے بہرہ مند ہو سکوں گا۔ کیونکہ ساتھیوں کی محنت مجاہدہ اور

جب ذکر شروع ہوتا ہے تو دل میں انوارات آتے ہیں اور جہاں انوارات آجائیں وہاں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ ذکر میں شامل ہونے کے بعد دل میں شریعت مطہرہ پر پابندی سے عمل کرنے کی جستجو پیدا ہو جاتی ہے

تقویٰ میرے جیسے کمزور اور نالائق کے بس کی بات نہ تھی۔ اس سال منارہ سکول کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی منارہ سکول کے کونے والے کمرے میں حضرت جیؒ کی چارپائی تھی۔ آپؒ کی خدمت میں ایک دفعہ میں آپ کی چارپائی کے سرہانے کے قریب بیٹھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ پرانے اور سینئر ساتھیوں کو سرہانے کی طرف بیٹھنا چاہئے۔ اس سے نئے لوگوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔ آپ چھوٹے لڑکے پاؤں کی جانب بیٹھا کریں تو زیادہ فائدہ ہوگا۔ ایک دفعہ حضرت جیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ والد صاحب مریض ہیں وہ آ نہیں سکتے انہوں نے سلام عرض کیا ہے آپ نے شفقت فرمائی اور فرمایا کہ ان سے کہنا کہ کلمہ شریف کثرت سے پڑھا کریں۔ ایک دفعہ آپ نے قاضی صاحب لیٹنی والے سے فرمایا کہ میجر زین العابدین کا پتہ کرو۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ جس نے کار کا ایکسیڈنٹ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے قلب کے انوارات کے ساتھ ساتھ جا کر دیکھو۔ قاضی صاحب نے کہا کہ وہ قید میں ہے اور دعا کے لئے عرض کر رہا ہے۔ آپ نے دعا فرمائی اور تسلی دی کہ جلد رہا ہو جائے گا۔

بندہ صرف تین دن رہ کر واپس چلا گیا لیکن یہ دن نہ بھلانے والے تھے۔ ۱۹۷۷ء میں حضرت جیؒ عمرہ پر تشریف لے گئے تھے۔ بندہ ان دنوں چھٹی پر تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے چکڑالہ حاضر ہوا۔ آپ نے بہت شفقت فرمائی تھی۔ اس وقت بھٹو کا دور حکومت تھا اور اس کے جانے کے کوئی اثرات نہ تھے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ بھٹو کو رد کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی سال بھٹو کا دور حکومت ختم بھی ہو گیا۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اب زیادہ مشقت نہیں ہوتی میں نے ارادہ کیا تھا کہ تمام علاقوں میں خلفاء نامزد کر دوں جو اپنی اپنی جگہ پر کام کرتے رہیں۔ میں نے اس بات کا اظہار موجودہ شیخ حضرت مولانا محمد اکرم

اعوان مدظلہ سے کیا تو انہوں نے مشورہ دیا ہے کہ حضرت جی ہم جو بھی محنت کر رہے ہیں محض اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کے پھیلانے کے لئے کر رہے ہیں اور اس کے لئے مرکزیت کی ضرورت ہے۔ اس لئے ایک مرکز پر قائم رہ کر زیادہ فائدہ ہوگا۔ اللہ کریم کمی بیشی معاف فرمائے آپ کے ارشادات کا میں یہ مفہوم سمجھتا تھا۔

اسی سال آپ نے ظاہری بیعت بھی شروع کی تھی۔ اللہ کریم کی توفیق سے چکڑالہ میں آپ کے دست اقدس پر ظاہری بیعت کی سعادت نصیب ہوئی۔

۱۹۷۸ء کے سالانہ اجتماع پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہی دنوں جماعت کے چند بہت پرانے ساتھی جماعت سے علیحدہ ہو گئے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر پوری جماعت مجھ سے علیحدہ ہو جائے تو پھر بھی "اکرم" مجھ سے علیحدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ سفر وحضر میں، صحبت وتنہائی میں، یہ میرے ساتھ رہا ہے۔ یہ جس قدر مجھے جانتا ہے اور سمجھتا ہے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

حضرت جیؒ موجودہ شیخ المکرم سے بہت محبت فرماتے اور کئی دفعہ ہماری تربیت کے لئے انکے واقعات بھی سنائے۔ موجودہ دارالعرفان کی تعمیر کا کام بھی ۱۹۷۸ء سے شروع ہوا۔ تعمیر کے کام میں اللہ کی توفیق سے کام کرنے کی سعادت ملتی رہی۔ ایک بڑی عجیب اور پرکیف حالت تھی کہ ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ساتھی کام میں مصروف رہتا تھا۔ دارالعرفان کی بنیاد رکھنے کے لئے جب حضرت جیؒ تشریف لے گئے، تو بندہ کو حضرت جیؒ کی معیت میں عصر کی نماز با جماعت ادا کرنے کی توفیق ملی۔ اس موقع پر حضرت جیؒ نے قاضی صاحب کا قبلہ کے تعین میں شک مشاہدہ کرا کے ختم کیا۔ منارہ سکول کے آخری اجتماع کے موقع پر اللہ کریم نے روحانی بیعت کی سعادت عطا فرمائی۔ حضرت جیؒ نے نام لے لے کر پیش کیا۔ آقائے نامدار ﷺ کے دست اقدس پر بیعت اور آپ ﷺ کے دست اقدس سے قرآن پاک کی وصولی کے بعد حضرت جیؒ کے یہ الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں اور میں اکثر ساتھیوں سے بھی کہا کرتا ہوں کہ آج کے بعد آپ کی حیثیت بدل گئی ہے اگر اب گناہ کرو گے تو دگنا عذاب ملے گا۔ اللہ کریم ہماری حفاظت فرمائے نفس اور شیطان ہر وقت پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ زندگی بھر کا مقابلہ ہے۔ اللہ کریم محض اپنے فضل وکرم سے ہماری حفاظت فرمائے اور یہ نعمت جو حضرت جیؒ کے توسط سے مجھ جیسے نالے نااہل نالائق بدکار کو نصیب ہوئی ہے اس کو قبر میں اور قیامت میں ساتھ لے جانے کی توفیق دے۔ آمین۔

ایک دفعہ حضرت جیؒ نے دارالعرفان میں مغرب کے ذکر کے بعد نہایت غصہ میں ارشاد فرمایا کہ یہاں جو لوگ آتے ہو صرف اللہ کے لئے آیا کرو۔ میرے پاس کوئی دوسری غرض لے کر نہ آیا کرو۔ کیا وجہ ہے؟ کہ میں القا کرتا ہوں اور کچھ قلوب کے اوپر سے انوارات اس طرح گزرتے ہیں جس طرح پتھر پر بارش ہوتی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عبداللہ بن ابی جرہ ایک بہت بڑے محدث ہو گزرے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس حدیث کے بارے میں شک پڑے میں نبی اکرم ﷺ سے براہ راست پوچھ لیتا ہوں۔ اس بات پر اس کے شہر والوں نے اسے شہر سے نکال دیا تھا۔ انہوں نے حدیث کی شرح لکھی ہے۔ فضائل ذکر کی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اگر اللہ کا ذکر محض اللہ کے لئے کیا جائے تو یہ اس کی تمام مصائب ومشکلات اور معاشی پریشانی کو دور کر دے گا۔

آپ اکثر فرماتے تھے کہ دعا کیا کرو کہ تمہارا تعلق میرے ساتھ جڑا رہے میرے ساتھ تعلق قائم رہے گا تو اگر دنیا بھر کی نحوست سے پھر کر آؤ گے تو انشاء اللہ ایک نگاہ میں ساری نحوست دور ہو جائے گی۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جب بھی کوئی میرے ساتھ تعلق جوڑتا ہے تو شیطان کے پیٹ

میں درد شروع ہو جاتا ہے وہ پوری کوشش کرتا ہے ہر وہ حربہ استعمال کرتا ہے کہ آپ کو مجھ سے بدظن کر دے اور جب بدظنی پیدا ہوگی فیض منقطع ہو جائے گا اور سالک خواہ کتنے بلند منازل پر چلا جائے اس کی ڈور شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ شیخ سے تعلق ٹوٹ جائے تو سالک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح رہ جاتا ہے۔

آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ تصوف کی بنیاد دو چیزوں پر ہے (۱) ربط یا تعلق بالشیخ (۲) اتباع شریعت۔ آپ نے فرمایا کہ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں ایک ہی دروازہ کھلا ہے اور وہ ہے اتباع شریعت۔ تمام کمالات آپ کو نبی اکرم ﷺ کی جوتیوں کی خاک سے ملیں گے، حضرت جیؒ کے ساتھ روحانی نسبت تعلق اور آپ کی مجالس میں حاضری ہمارے لئے توشہ آخرت ہیں۔ اللہ کریم سے امید ہے کہ وہ صرف اس تعلق کی وجہ سے معاف فرما دیں گے۔

فروری ۱۹۸۴ء میں حضرت جیؒ اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور آپ کے جانشین حضرت امیر محمد اکرم اعوان جو کہ موجودہ شیخ سلسلہ ہیں۔ نے آپ کے مشن کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیا ہے۔ اور انفرادی طور پر اصلاح کرنے والی جماعت آج ملک میں نفاذ اسلام کے لئے میدان میں آئی ہوئی ہے۔

اللہ کریم ہمیں اپنی ذاتی اصلاح کی توفیق دے اور نفاذ اسلام کے لئے ہمارا مال، وقت، عزت و آبرو قبول فرمائے۔ آمین

ایک میگزین

جو زندگیاں بدل دے

ماہنامہ "المرشد"

کا مطالعہ کیجئے۔

ممبر شپ سالانہ -/250 روپے

قیمت فی شمارہ -/25 روپے

برائے رابطہ سرکولیشن مینجر

ماہنامہ المرشد 17-اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ،

ٹاؤن شپ، لاہور 042-5182727

تُو بے بدل عالم ھے شیریں زباں

مرے شیخ اے ملک اکرم اعوان مدظلہ
ہے در پیش تجھ کو کڑا امتحان

جنہیں تُو نے بخشا تھا دردِ نہاں
کئے تجھ سے ابلیس نے بدگماں

یہ ہے حادثہ اِس قدر جان کاہ
نہیں تھا ہمیں جس کا وہم و گماں

پڑے ہیں پریشان اس وقت سے
ہیں ہم جیسے جو بھی یہاں ناتواں

یقین ہے ہمیں ہوگا تُو سُرخرو
کہ تُو ہمتوں کا ہے کوہِ گراں

کٹی شاخ جو بھی تنے سے کبھی
ملی نہ اسے پھر کہیں بھی اماں

پرندوں سے ملتا ہے ہم کو سَبق
ہے چھوڑا کسی نے کبھی آشیاں؟

کٹی تارِ جن کی ترے قلب سے
گئیں ان کی سب محنتیں رائیگاں

وہ آجائیں گے زد میں شیطان کی
چھنا جن سے جب بھی ترا سائباں

گیا جو بھی جب بھی تُجھے چھوڑ کر
بلاشک کیا اس نے اپنا زیاں

نہیں مصلحت بنی تیرا شعار
کہ ہم رنگ ہے تیرا قلب اور زباں

کہ خلقت کا آقاؐ سے ہو رابطہ
اٹھایا ہے تُو نے یہ بارِ گراں

ہے مشہور اطراف واکناف میں
تُو بے بدل عالم ہے شیریں زُباں

کہ ہو جائے دیں کا وطن میں نفاذ
ہے مشغول اس میں ترا جسم وجاں

گئے گُزرے ظلمت کے اِس دور میں
ہمہ وقت گونجی ہے تیری اذاں

اویسی دُعا گو ہے شام وسحر
رہے فیض جاری ترا جاوداں

☆☆..........انجینئر عبدالرزاق اویسی ٹوبہ

احمد شاہ ابدالی
اقبال کی نظر میں

لیفٹیننٹ کرنل (ر) غلام جیلانی خاں

اقبال صاحبانِ قوت کا شیدائی تھا۔ مسلم کمانڈر تو اس کے آئیڈیل تھے۔ ان کے انداز جہاں بانی کے طلسم نے اقبال کو اسیر کر رکھا تھا۔ سرورِ دو جہاں ﷺ کی سیرت پاک کے جلالی پہلوؤں پر اگر کسی اردو شاعر نے کچھ کہا ہے تو وہ صرف اقبال ہے۔ عربوں کا زریں دور بلاشبہ خلافت راشدہ کا دور تھا اور دین متین جس قوت کے طفیل چار دانگ عالم میں پھیلا اقبالؒ اس سے بے خبر نہ تھا۔ اسلام کی لافانی تعلیمات کے طفیل ایک سے ایک بڑا سالارِ لشکر سامنے آتا رہا اور دنیا میں جہاں جہاں کفر و الحاد اور شرک و بت پرستی کا راج تھا وہاں' وہاں پہنچ کر توحید کی شمع روشن کرتا اور اسلام کا جھنڈا لہراتا رہا۔ یہ شان و شوکت اور قوت و عظمت اسلام کے جمالی پہلوؤں سے زیادہ جلالی پہلوؤں کی نقیب تھی۔

یہی جلالی پہلو ہر دین' ہر مذہب اور ہر تحریک کی پشت پر گویا قوت محرکہ کا کام کرتے ہیں۔ سرور کائنات ﷺ نے اپنی زندگی مبارک کے آخری دس سال مسلمانوں کو عظمت و رفعت سے ہمکنار کرنے میں لگا دیئے کہ دنیاوی فتوحات کی محکم اساس پر ہی دین اسلام کی ترویج و تشہیر ہوئی اور یہی قوت تھی' جس کی بنیادوں پر مسلمانوں نے ایک قلیل مدت میں اخلاق و تہذیب کے فلک بوس محل تعمیر کئے۔ اقبال کے بس میں ہوتا تو وہ ایک شاعر یا فلسفی ہونے کی بجائے ایک کمانڈر ہونے کو کہیں بہتر سمجھتا' لیکن جب قسمت اسے سالارِ لشکر نہ بنا سکی تو اس نے اپنی ذات کی تمام قابلیتوں اور صلاحیتوں کو سنت رسول ﷺ کے جلالی پہلوؤں کی تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔ جہاد کرنا' جہاد کی تعلیم و تدریس سے شاید زیادہ مشکل ہو' لیکن تعلیم جہاد کے نظری پہلوؤں کو جہاد کے عملی پہلوؤں سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اقبالؒ نے کہا:

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم سر خود را

اقبال کو سکولوں اور کالجوں میں برصغیر کی جو تاریخ پڑھائی گئی تھی' وہ اس تاریخ سے قطعی مختلف تھی جو اس کے وجدان نے اسے پڑھائی۔ متداول تاریخ نے تو غزنوی' تیمور' نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کو صرف مال و زر کے پجاری اور لٹیرے کہہ کر پکارا کہ انگریز نے اپنی ساری تاریخیں عظیم مسلم کمانڈروں کے کردار اور ان کی سیرت کو مسخ کرنے کی خاطر تحریر کیں اور کروائیں۔ 1857ء کی جنگ آزادی کو غدر اور بغاوت کا نام دیا۔ اکبر اعظم کو سب سے بڑا مغل (مغل اعظم) قرار دیا جبکہ اورنگزیب عالمگیر کو متعصب اور تنگ نظر فرمانروا کے روپ میں پیش کیا۔ غزنوی کو سونے چاندی کا پرستار کہا گیا۔ تیمور کی فوج کشی کو خون آشامی کا نام دیا اور اسے چنگیز کا ہم مشرب بتایا۔ نادر شاہ کو ایک گندریا اور ڈاکو کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال نے انگریزی سکول میں جو تاریخی کتب پڑھیں' ان میں یہی کچھ لکھا ہوا تھا اور یہی کچھ اسے پڑھایا گیا تھا' لیکن اس کے باوجود اس کی بصیرت دیکھئے کہ اس نے کہا:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

اپنی درسی تعلیمات سے اوپر اٹھ کر جب اس نے اسلامی تاریخ کو ٹٹولا تو اس پر کھلا کہ ساحر افرنگ نے جو برگ حشیش انہیں دیا مسلمانوں نے اس کو شاخ نبات سمجھا۔ اقبال پر یہ راز آشکار ہوا کہ جن مسلم ہیروز کو انگریزوں نے ڈاکو' رہزن اور لٹیرا لکھا وہ دراصل عظیم اور بے مثال لیڈر تھے۔ ان ہی لیڈروں میں ایک ایسا مسلم فرمانروا بھی ہے جو شمال مغرب کی راہ سے درہ خیبر کے راستے آنے والا سب سے آخری سالارِ لشکر تھا...... تاریخ میں اس کا نام احمد شاہ ابدالی مرقوم ہے۔

احمد شاہ 1722ء میں پیدا ہوا اور 1772ء میں وفات پائی۔ اسے جدید افغانستان کا بانی کہا جاتا ہے۔ اس کی سلطنت دریائے آمو سے لے کر بحر ہند تک اور خراسان سے لے کر کشمیر' پنجاب اور سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ مرکزی حکومت کے سارے محکمے اس کی براہ راست نگرانی میں تھے۔ کیا سول اور کیا ملٹری وہ تمام شعبوں کا منتظم اعلیٰ خود تھا۔ اس نے سربرآوردہ افغان قبائل سے نو مشیر منتخب کئے اور ان سے اپنی کابینہ تشکیل دی جو اس کی وفات تک کام

کرتی رہی۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے' کہ اس کا تعلق افغانستان کے ابدالی قبیلے سے تھا جو اس ملک کا ایک نامور قبیلہ تھا۔ اس کے باپ کا نام محمد زمان خان تھا۔ جب نادر شاہ نے ایران کا تاج وتخت سنبھالا تو ابدالی اس کا ایک ممتاز کیولری کمانڈر تھا۔ پھر جب نادر شاہ قتل ہو گیا تو 1747ء میں قندھار کے مقام پر اس کی رسم تاجپوشی ادا کی گئی۔ اس وقت اس کی عمر صرف 25 سال تھی۔ اس کے نام کا سکہ رائج کیا گیا۔ اس نے قندھار کو ہی اپنا پایہ تخت قرار دیا۔ اس نے 1747ء سے 1766ء تک 20 سالوں میں ہندوستان پر 9 حملے کئے۔ لیکن اپنے پیشرو حملہ آوروں کے برعکس اس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ وہ ہندوستان پر ایک مستقل حکومت قائم کرے۔ 1757ء میں اس نے دہلی پر حملہ کیا اور پھر آگرہ اور متھرا پر چڑھائی کی۔ یہیں اس کی فوج میں ہیضہ پھوٹ پڑا اور اسے واپس قندھار لوٹنا پڑا۔ لیکن قندھار لوٹنے سے پہلے اس نے ہندوستان کے مغل شہنشاہ محمد شاہ کی بیٹی حضرت بیگم سے شادی کی۔ اس نے اپنے بیٹے تیمور کو لاہور میں چھوڑا اور اسے پنجاب کا گورنر مقرر کیا۔ 1758ء میں سکھوں' مغلوں اور مرہٹوں نے مل کر تیمور کو پنجاب سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ احمد شاہ نے غصے کے عالم میں دہلی پر چڑھائی کر دی اور 1759-60ء میں پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست فاش دی۔ 1760ء میں اس نے سکھوں کی قوت کو کچلنے کی کوشش کی' لیکن افغانستان میں شورش ہو گئی اور اسے واپس لوٹنا پڑا اور اس طرح پنجاب پر اس کا کنٹرول قائم نہ رہ سکا۔ وہ افغانستان میں اپنے نو تعمیر شدہ دارالحکومت احمد شاہی میں مدفون ہے۔

اقبال نے جاوید نامہ میں اپنے مرشد رومی کے ہمراہ ہفت افلاک کی سیر کی ہے اور وہاں مختلف مشاہیر عالم کی ارواح کا نظارہ کرنے کے بعد وہ ساتویں آسمان پر جا نکلتا ہے۔ اس فلک کو وہ ''آں سوئے افلاک'' کا نام دیتا ہے یعنی ہفت افلاک سے بھی آگے اور اوپر..... ! اس آسمان پر وہ جن ہستیوں سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتا ہے ان میں نطشے' سید علی ہمدانی ' ملا طاہر غنی کشمیری' نادر شاہ درانی' احمد شاہ ابدالی اور سلطان ٹیپو شامل ہیں۔

ابدالی کی زبان سے اقبال نے جو کچھ کہلوایا ہے وہ گویا سیرت ابدالی کا خلاصہ ہے اور کسی مشہور سپہ سالار کی سیرت اس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک اس کی ساری زندگی کا تفصیلی جائزہ نہ لے لیا جائے۔ اقبال نے احمد شاہ ابدالی کی سوانح کا بشمول اس کی سپاہیانہ زندگی کے' بغور مطالعہ کیا ہوگا..... اور یہ کام عام شاعروں کا نہیں۔ شاعری کے لئے تو اساتذہ کا کلام پڑھنا ہوتا ہے یا ادبی مباحث پر کام کرنا ہوتا ہے۔ لیکن شاعر مشرق نے جس تحقیقی کاوش سے اسلام کے اس بطل جلیل کی عسکری صلاحیتوں کا مطالعہ کیا اور پھر جس طرح اس کی زبان میں قلب انسانی کا ایک فکر انگیز تجزیہ منظوم کیا' وہ صرف اور صرف اقبال ہی کا اختصاص وامتیاز کہا جا سکتا ہے۔

ابدالی کہتا ہے: ''انسانی سرشت میں تب وتاب اور تحریک کا منبع دل ہے۔ یہ مشت خاک اگر سوتی ہے تو دل کے طفیل اور جاگتی ہے تو دل کی وجہ سے۔ اگر دل مردہ ہو جائے تو انسان کا سارا جسم دگرگوں ہو کے رہ جاتا ہے اور اسکی رگ وپے میں خون گویا پسینہ بن جاتا ہے۔ دل اگر اس طرح بگڑ جائے اور اس میں فساد پیدا ہو جائے تو بدن ناکارہ ہو جاتا ہے اس لئے دل کی خبر رکھو اور اس کو ایک لمحہ بھی پست ہمت نہ ہونے دو۔ اگر دل ہار گیا تو جسم کب تک ساتھ دے گا؟''

ابدالی کی زبان سے اقبال نے دل کا جو مقام بیان کیا ہے وہ اس کے مرغوب موضوعات میں سے ایک ہے۔ فوج میں جس چیز کو مورال کہا جاتا ہے اور جس کا ترجمہ عزم و حوصلہ کیا جاتا ہے اس کا مرکز دل ہی تو ہے۔ دل سے اگر ولولہ اور امنگ رخصت ہو جائے تو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ مردہ دلی گویا شکست خوردگی کا دوسرا نام ہے۔ اقبال نے غلام ہندوستان کی مسلم قوم کو یہ نکتہ لاکھ طریقوں اور ہزار سلیقوں سے بتایا ہے۔

ابدالی کا بیان ابھی جاری ہے :۔ وہ کہتا ہے : ''براعظم ایشیا' ایک جسم کی مانند ہے اور افغان قوم اس جسم میں دل کی مانند۔ اگر یہ دل (یعنی افغان قوم) کسی انتشار یا فساد کا شکار ہو جائے تو پورا ایشیا' فساد کا شکار ہو جائے گا۔ اگر یہ ہشاش بشاش رہے تو پورا ایشیا' ہنستا مسکراتا رہے گا۔ اگر دل آزاد ہے تو بدن بھی آزاد ہے اور اگر دل آزاد نہیں ہے تو اس کی مثال اس تنکے جیسی ہے جو تیز اور تند ہوا میں گلیوں اور کوچوں میں اڑتا پھرتا ہے اور اس کی کوئی وقعت نہیں

ہوتی۔ لیکن یہ دل بھی ایک آئین اور ایک قانون کا پابند ہے اور یہ قانون دین اسلام ہے۔ دین کی قوت اتحاد اور وحدت سے تشکیل پاتی ہے اور اگر یہ وحدت مستحکم ہو جائے تو ملت کہلاتی ہے۔''

قوت دیں از مقام وحدت است
وحدت ار مشہور گردد ملت است

ابدالی نے اپنی قوم کو دل کہا ہے، سارے ایشیاء کا دل! اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت سارے ایشیاء میں صرف افغان قوم ہی ایک ایسی قوم تھی جس پر فرنگیوں کا تسلط نہیں تھا۔ وہ آزاد تھی اور آزاد رہی۔ اقبال نے آزادی اور غلامی کی تعبیر کے لئے کس خوبصورتی سے افغانستان اور افغانستان کے بانی کا انتخاب کیا۔

آگے چل کر ابدالی کہتا ہے: ''مغرب کی نقالی سے مشرق نے اپنے آپ کو کیا سے کیا بنا ڈالا! اہل مشرق کو اگر تقلید مغرب ہی کرنی ہے تو اس کا بھی ایک سلیقہ ہے۔ ارے نادان! مغرب والو کی قوت اور شوکت مغربی موسیقی سے نہیں اور نہ فرنگی دوشیزاؤں کے بے حجاب اور بے پردہ حسن کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ مغربی اقوام کی قوت سرخ وسفید چہروں والی خوبصورت عورتوں کی وجہ سے ہے؟ کیا ان کی عریاں پنڈلیاں اور کیا ان کے کٹے ہوئے بال اور زلفیں اس کا سبب ہیں؟ کیا وہ لوگ سیکولرازم اور بے دینی کی وجہ سے طاقتور اور مستحکم ہیں؟ اور کیا ان کی ترقی اس وجہ سے ہے کہ وہ انگریزی رسم الخط استعمال کرتے ہیں یا انکی زبان انگریزی ہے؟؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی ساری قوت اور ساری طاقت کا انحصار علم وفن پر ہے۔ اسی آگ سے ان کا چراغ روشن ہے۔ لباس کو چھوٹا یا بڑا کرنے سے حکمت و دانائی میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ پگڑی باندھنے یا ٹوپی زیب سر کرنے سے علم و ہنر کے راستے مسدود ہوتے ہیں۔ اے میرا شوخ وشنگ عزیز یاد رکھ کہ علم وفن کے لئے دماغ چاہئے۔ فرنگی سوٹ بوٹ نہیں اس راہ میں صرف ''نگاہ'' کی ضرورت ہے۔ ٹوپی، پگڑی یا ہیٹ کا کوئی ڈیزائن یا سائز درکار نہیں۔ اگر تمہاری فکر اور تمہاری سوچ میں بیداری اور ذہانت موجود ہے تو بس سمجھ لے کہ گوہر مقصود تمہیں مل جائیگا۔ اور اگر تمہاری طبیعت میں خلاق اور جذبہ ایجاد ہے تو یقین کرلو کہ تم بھی اہل فرنگ کی طرح قوت و شوکت کے حامل بن جاؤ گے۔''

اس تجزیئے میں ابدالی نے جس حقیقت کی پردہ کشائی کی ہے وہ آج بھی توجہ طلب ہے۔ ہم بھی مغرب کی نقالی اور اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔ اس تقلید سے قوت ایجاد ختم ہو کے رہ جاتی ہے۔ خود انحصاری اور خود کفالت کی وہ منزل جو آج تیری دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اس کو اقبال نے جس خوبصورتی، شاعرانہ انداز بیان اور دلکش تشبیہات میں نظم کیا ہے......

ابدالی کوئی موجد یا سائنسدان نہیں۔ وہ تو ایک سالار لشکر ہے اور جب وہ نقالی کی برائی، قوت ایجاد کی تعریف اور فکر رسا کا ذکر کرتا ہے تو آج کی جدید افواج میں ہمیں ان موضوعات کو انصرام (Logistics) اور پیشہ ورانہ علم و ہنر (پروفیشنل نالج) کے تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ مغربی اقوام نے بالعموم اور مغربی افواج نے بالخصوص جو ترقی کی ہے اس کی اساس طبع خلاق اور حس ایجاد کی مرہون احسان ہے۔ یہ تیسری دنیا والوں نے مغرب کی چکا چوند کو تو دیکھا ہے لیکن اس کے پیچھے جو ایک مسلسل عمل تخلیق و تحقیق و کاوش کار فرما ہے اس کو نہیں دیکھا۔ اسکی مزید تفصیل اور مزید تشریح بھی ابدالی ہی کی زبان سے سنیئے:

''اگر کوئی رات بھر چراغوں کا دھواں پھونکتا رہے (یعنی محنت کرتا رہے) تو اسے علم و حکمت'' اور دانش و بینش کا سراغ مل جاتا ہے۔ علوم وفنون کے شہروں کی کوئی حد نہیں۔ یہ چیزیں مسلسل جہاد اور کوشش کے بغیر ہاتھ نہیں آتیں۔ ترکوں کو دیکھئے۔ انہوں نے اپنی اصل بھلا دی ہے اور فرنگی تہذیب نے ان کی آنکھوں کو خیرہ کر رکھا ہے۔ اگر اہل مغرب انہیں زہر بھی دیں تو وہ اسے نوش جاں کرنے سے گریز نہیں کریں گے۔ وہ لوگ سرتاپا افرنگ کی تقلید میں مست ہیں۔ تقلید مغرب تن آسانی کا درس دیتی ہے۔ رقص و سرور کی محفلیں نقد جاں ہار دینے کے لئے بچی ہوں تو علم کی دشواریاں اور باریکیاں سیکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت میں شامل ہے کہ وہ سہل اور آسان باتوں کو جلد اپناتی اور سیکھتی ہے۔ سہل انگاری کی جستجو کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بدن سے روح رخصت ہو چکی۔''

سہل را جستن دریں دیر کہن
ایں دلیل آنکہ جاں رفت از بدن

(بشکریہ روزنامہ ''پاکستان'')

☆☆☆☆☆☆

انٹلکچوئیل

تحریر۔ حسام۔ اے۔ سید
کینیڈا

کیا یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ معاشرے کے بنانے یا بگاڑنے میں انٹلکچوئیل یعنی دانشور کا ہاتھ ہوتا ہے؟۔

آدمی خود خدا نہیں ہوتا
ہوش جب تک جدا نہیں ہوتا

انٹلکچوئیل کی اصطلاح عام فہم ہے لیکن اس سے بھی برتر قبیلہ سوڈو۔انٹلکچوئیل (Psudo-Intellectual) کا ہے۔ ہماری قومی یا نیم قومی زبان میں یہ دونوں اصطلاحات دانشور اور نیم دانشور سے موسوم ہیں۔ انگریزی زبان کا فائدہ یہ ہے کہ بات ذرا جلد اور آسانی سے سمجھ میں آتی ہے خصوصاً تارکینِ وطن کو یا ان ساکنینِ وطن کو جو فکری جلاوطنی کا شکار ہیں۔ سرکاری اور قومی زبان میں اتنا تو فرق ہونا ہی چاہیے۔ سرکاری زبان میں تعریف و مدح سرائی کے علاوہ گالی بھی روانی اور بے تکلفی سے دی جاسکتی ہے۔ بلکہ اکثر تعریف یا بے تکلفی بہ شکل گالی کے مبالغہ کے صیغہ کے طور پہ استعمال کی جاتی ہے۔ اگر احترام قارئین پیشِ نظر نہ ہوتا تو کئی ادق مثالیں اہلِ ذوق کے نذر کی جا سکتی تھیں۔ خیر یہ ایک الگ موضوع ہے جس پہ کبھی تفصیل سے گفتگو رہے گی۔

ہاں تو بات قبیلۂ دانشور کی ہو رہی تھی۔ اس قبیلے میں شمولیت کی شرائط کچھ اتنی سخت بھی نہیں۔ بس ذہنی بے راہ روی کا ہونا شرط ہے۔ سب سے پہلے تو آپ ہر چیز کے منکر ہو جائیے۔ اس بات کا اشتہار کیجیے کہ آپ تقلید کے قائل نہیں اور دنیا کو بس اپنی نظر سے دیکھنا چاہتے ہیں۔

یہ توہم کا کارخانہ ہے
یاں وہی ہے جو اعتبار کیا

آپ نے اتنا کرلیا تو سمجھئے کہ آپ کے فکری سفر کا آغاز ہو چکا۔ اب کامیابی ہی کامیابی ہے۔ اپنی تقریر و تحریر میں جتنا الجھاؤ پیدا کریں گے اس قبیلے میں آپ کی پذیرائی اتنی ہی ہوگی۔ تمثیلاً اپنے تخلیقی عمل میں بوتل کو عورت اور عورت کو شراب کہن ثابت کر سکیں تو آپ کا شمار صفِ اول کے دانشوروں میں ہوگا اور آپ علمبرداروں میں ہوں گے۔ دین و دنیا کے ہر موضوع پہ طبع آزمائی ضرور کریں۔ اس قبیلے میں پہچان کے لیے پہلے تو اپنے آپ کو دائیں ہاتھ والے (Rightist) کہلوائیں اور پھر فکر و تدبر کی فضا کو زیادہ معتبر بنانے کے لیے بائیں ہاتھ والے (Leftist) کہلوائیں۔ ارتقائے ذہنی بھی تو ایک تدریجی عمل ہے۔ کئی برسوں کے بعد دائیں (Rightist) اور بائیں (Leftist) کا ملغوبہ تیار کرلیں۔ اس سے آپ کا ظاہر و باطن یکجان ہو جائے گا۔ اور مصداق اس بات کے ہوگا۔

کہ رند کے رند رہے
ہاتھ سے جنت نہ گئی

دین کے معاملات میں موضوع احادیث ذہن نشین کرلیں، ہر کس و ناکس کے قول کو انبیاء کرامؑ، اہلِ بیت اطہارؓ وصحابہ کرامؓ، اولیا کرامؒ وغیرہ سے منسوب کریں اور اعتماد کلی سے اس کی ترویج کریں۔ اختلافی مسائل کو خوب ہوا دیں بلکہ فرسودہ اور بے ہودہ روایات کے لیے اپنا ہی طرح مصرع ایجاد کریں۔ ہر قسم کے اخلاقی اور روحانی علم و تربیت کے پہلوؤں کو سیاسی رنگ ضرور دیں۔ دین کا نام سیاست اور سیاست کا نام دین رکھ دیں۔ مولوی اور ملا کو بے نطق سنائیں اس سے آپ کی دکان چمکتی رہے گی۔ لوگ آپ کو روشن خیال سمجھیں گے۔ ہو سکے تو خدا کے وجود کو ہی مشکوک بنادیں۔ آج کل ویسے بھی ملحدوں اور اشتراکیوں کا دور دورہ ہے۔ پھر دادِ تحسین کے کیا کہنے۔ لوگ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے نہیں تھکیں گے!! اپنے بیانات کے قوت استدلال کے لیے کوئی عقلی یا منطقی دلیل کے بجائے چند معروف دانشوروں کا نام یعنی کندھا استعمال کریں۔ جیسے برٹرنڈ رسل، میر، اقبال، غالب، کیٹس، شیلے، مارکس، ڈارون، سعدی، حافظ، شیرازی، ہیوگو، فری مین، نٹشے وغیرہ ان کے ماقولات اور منقولات کو جابجا محل بے محل، بڑی ڈھٹائی سے کام میں لائیں۔ لوگ مرعوب ہو جائیں گے، اور اگر آپ نے کسی کی بات کسی اور کے سر منڈھ بھی دی تو محفل میں کون آپ کے سر ہونے کی جسارت کرے گا؟ ان ناموں کے آگے ہر ذہن

سجدہ ریز رہے گا اور آپ گفتار کے غازی بن کر لوگوں کے اذہان وقلوب کو فتح کرتے چلے جائیں گے۔! وقتاً فوقتاً دنیا کی بے ثباتی کا بھی رونا روئیں جیسے کہ اگر آپ کو آبِ حیات میسر ہوتی تو دنیا کو آپ جنت نظیر بناڈالتے۔شعر گنگناتے رہیں۔

اک فرصت گناہ ملی وہ بھی چار دن
پروردگار کے حوصلے کا کیا کہنا؟

بس اپنے حوصلے جوان رکھیں کیونکہ آپ کا مقصد زندگی صرف گناہ ہی کرنا تو ہے۔ قہوہ خانے میں یا ایرکنڈیشنڈ ڈرائینگ روم میں دوستوں اور احباب و معتقدین کے درمیان مشروب و طعام کا لطف اٹھاتے ہوئے دنیا بھر میں پھیلی ہوئی غربت وافلاس کا ذکر بھی کریں اور کبھی کبھی اک آہ طربیہ بھی کھینچیں ۔ لوگ آپ کے جذبۂ انسانی اور قلبی واردات پہ عش عش کر اٹھیں گے۔ایک گرم آہ کی تو ہزاروں کے گھر جلے۔آپ ایک دردمند دل رکھتے ہیں جان لیجیے کہ لوگوں کے نامساعد حالات کے پیچھے قدرت کی ستم ظریفی ہے کوئی دوسرا انسان یا کسی کی شیطانی چالیں نہیں۔آپکے بس میں ہوتو ہر کسی کو ابلے ہوئے چاول یا خشک روٹی کے بجائے کیک پیسٹری یا چاکلیٹ کھلائیں لیکن آپ کی بھی اپنی مجبوری آڑے آتی ہے۔آپ کا تو بس صرف اپنے آپ پہ ہی چلتا ہے سو اس سارے ہجوم یا اس میں کم سے کم آپ کو تو لقمۂ تر میسر ہے ورنہ ایک اور بھوکے کا اضافہ ہوتا۔

آخر سب کے لیے خورد خواب کہاں سے لائیں
آرام کے اسباب کہاں سے لائیں؟

آزادئ نسواں بھی آپ کے لیے ایک دلچسپ اور سحر انگیز موضوع ہے ،اسکی ہر تحریک میں معاون ہو جائیں۔گھر کی چہار دیواری منہدم ہو تو ہو انسانی آبادی کی اگر نصف آپ کے ساتھ متحرک ہے تو آپ کے وارے نیارے ہو جائیں گے۔ ہر محفل میں، ہر انجمن میں، ہر دفتر میں، ہر دکان پہ، ہر شوکیس میں حیائے نسوانی کی قیمت لگا کے کلیرنس سیل کے لیے سجا ڈالیں ۔ معاشرے کے ردوبدل میں اس سے زیادہ فعال جماعت آپ کو میسر نہیں آئے گی۔مقولہ مشہور ہے کہ ہر مرد کی کامیابی یا ناکامیابی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے سو آپ کے لیے اسٹیج تیار ہے۔ہدایت کار آپ ہیں۔پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ!! اپنی شاعری میں ،تحریر وتقریر میں، تجارت میں،عورت کی بے بسی کو استعمال کریں اور ان پہ مرثیہ بھی آپ ہی پڑھیں ،ماتم کناں رہیں۔گھر گھر آپ کا بول بالا ہوگا۔

وہ فلسفہ کچھ اور تھا کہ:

نے پردہ ، نہ تعلیم ، نئی ہو کہ پرانی
نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

یہ تو صرف کہنے کی بات ہے کہ آزادئ افکار ہے ابلیس کی ایجاد۔ بیچارہ ابلیس انسان کی ذہنی رفعتوں کو کہاں پہنچ پائے گا۔ہم نے تو سنا ہے کہ اس نے ایک آدم کے سجدے سے انکار کیا تھا لیکن آج کل ہر دانشور (انٹلکچویل) کے آگے سجدہ ریز ہے۔کیسی سزا اسے بھی اپنی دانشوری کی ملی۔کیسی رسوائی ہے شیطان کی۔

فرقہ پرستی ،سرمایہ داری ،چور بازاری ، شیطانی سیاست،طبقاتی کشمکش اس طرف بھی توجہ فرمائیے کہ شعروسخن کے لیے یہ بھی اچھے موضوعات ہیں۔ بات منافقت کی اگر ہے تو ہوا کرے۔آج کل تو ان ہی دانشوروں کا ڈنکا بج رہا ہے جو ان موضوعات پہ کتابت اور خطابت کا جوہر دکھا رہے ہیں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکہ یہ بازی گر کھلا!

ایک شاعر قلندر نے کہا کہ جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا لیکن اس المیے کو کیا کیجیے کہ دانشوروں میں ان کا بھی شمار ہے جو ملحدانہ انداز فکر رکھتے ہیں۔مدعیانِ علم و ہنر وفکر ونظر ایسے نیم دانشوروں کی محافل سجاتے پھرتے ہیں،ان کی پذیرائی میں پیش پیش ہیں جنہیں نہ ہی اپنے خالق کی حقیقت کا احساس اور نا ہی محسن کائنات کے بے تحاشہ انعامات کے لیے شکرانے کا جذبہ موجود ہے۔اگر شرعی مزاج نہیں تو کیا ہوا سارے عیوب تو شرعی ہیں۔

زمانہ اپنے حوادث چھپا نہیں سکتا
ترا حجاب ہے قلب و نظر کی ناپاکی

جسم کا جہنم پکار رہا ہے، **ھل من مزید**۔ دانشور اس شیش محل کے بوسیدہ و شکستہ آئینے میں اپنے وجود کا جشن منا رہے ہیں اور ہمارے سامنے یہ حکایت کھلی ہے کہ: شریعت کا پیمانہ دانشوری نہیں بلکہ دانشوری کا پیمانہ شریعت ہے: ایک یہ دل ہے کہ بار بار کہتا ہے۔

دست را اندر احد و احمد بزن
اے برادر وارہ از بوجہل تن

(احد و احمد سے تعلق پیدا کر۔اے بھائی جسم کے بوجہل سے چھٹکارا پا)۔

فہرست کتب

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ ضلع چکوال

شیخ المکرم حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

1-	تعارف (اردو)	10.00
2-	تعارف	10.00
3-	دلائل السلوک (اردو)	150.00
4-	دلائل السلوک (انگریزی)	100.00
[illegible]	[illegible]	25.00
[illegible]	[illegible]	150.00
7-	حیات برزخیہ (انگریزی)	20.00
8-	اسرار الحرمین	25.00
9-	مکتوبات	50.00
10-	علم و عرفان (اردو)	10.00
11-	علم و عرفان (انگریزی)	15.00
12-	عقائد و کمالات علمائے دیو بند	20.00
13-	سیف اویسیہ	25.00
14-	تفسیر آیات اربعہ	25.00
15-	الدین الخالص	200.00
16-	ایمان بالقرآن	35.00
17-	تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین	100.00
18-	تحقیق حلال و حرام	25.00
19-	حرمت ماتم	15.00
20-	ایجاد مذہب شیعہ	25.00
21-	قلت اعدائے حسینؓ	15.00
22-	داماد علیؓ	20.00
23-	بنات رسول ﷺ	10.00
24-	جمال و کمال	15.00
25-	نفاذ شریعت اور فقہ جعفریہ	40.00
26-	فقہ جعفریہ کی تاریخی سرگزشت	15.00
27-	فقہ جعفریہ کی تاریخ	10.00
28-	عقیدہ امامت اور اسکی حقیقت	20.00
29-	شیعہ مذہب کے بنیادی اصول	15.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

1-	غبار راہ اول	130.00
2-	غبار راہ دوئم	50.00
3-	ارشاد السالکین اول	25.00
4-	ارشاد السالکین دوئم	10.00
5-	لطائف اور تزکیہ نفس	5.00
6-	دیار حبیب میں چند روز	15.00
7-	نور و بشر کی حقیقت	5.00
8-	حیات طیبہ (انگریزی)	15.00
9-	کنز الطالبین خاص	150.00
10-	راہی کرب و بلا	10.00
11-	عصر حاضر کا امام	10.00
12-	حضرت امیر معاویہؓ	20.00
13-	طریق نسبت اویسیہ	250.00

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (شاعری)

1-	گرد سفر	30.00
2-	نشان منزل	60.00
3-	متاع فقیر	100.00
4-	آس جزیرہ	100.00
5-	دیدۂ تر	150.00
6-	کون سی ایسی بات ہوئی	120.00
7-	سوچ سمندر	180.00

پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب

1-	انوار التنزیل	15.00
2-	چراغ مصطفوی ﷺ	40.00
3-	اطمینان قلب	40.00
4-	تصوف و تعمیر سیرت (اردو)	30.00
5-	تصوف و تعمیر سیرت (انگریزی)	30.00
6-	تجلیات	30.00

7-	کس لئے آئے تھے (اردو)	25.00
8-	کس لئے آئے تھے (انگریزی)	25.00
9-	بزم انجم	25.00
10-	کونوا انصار اللہ	10.00
11-	عظمت صحابہؓ	10.00
12-	ذکر اللہ (اردو)	10.00
13-	ذکر اللہ (عربی)	10.00
14-	لغزشیں	25.00
15-	مغالطے	20.00
16-	ٹھوکریں	5.00
17-	الجھنیں	30.00
18-	قرآن حکیم اور دعوت و تبلیغ	15.00
19-	فقہ اور ہماری زندگی	15.00
20-	وہ ناس	10.00
21-	خدایا ایں بار دگر کن	20.00
22-	تصوف کی پہلی کتاب	10.00
23-	تصوف کی دوسری کتاب	15.00
24-	تصوف برائے انٹرمیڈیٹ	25.00
25-	دین و دانش	25.00
26-	اسلامی تہوار	10.00

ادارہ نقشبندیہ اویسیہ

1-	ہشت روزہ کورس	100.00
2-	سہ ہفتہ کورس	125.00
3-	پنج ہفتہ کورس	150.00
4-	پیشین گوئیاں	15.00
5-	لائحہ عمل (اردو)	5.00
6-	لائحہ عمل (انگریزی)	5.00
7-	اسلام اور تہذیب جدید (اردو)	120.00
8-	اسلام اور تہذیب جدید (انگریزی)	100.00

ملنے کا پتہ

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ
ٹاؤن شپ لاہور فون: 5182727

تصوف کیا ھے ؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

تصوف کیا نھیں ؟

تصوف کے لئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، نہ ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(اقتباس دلائل السلوک)

مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو ویڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255